شادی

سنّت کے مطابق کیجیے

مرتب

مفتی سعید الظفر قاسمی
مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ ضلع رامپور، یوپی
وسابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند

حسب حکم

مولانا محمد شاہد صاحب قاسمی
استاذ حدیث جامعہ عبداللہ ابن مسعودؓ ٹانڈہ
وصدر تنظیم علماء ٹانڈہ

زیر انتظام

مولانا محمد فہیم صاحب قاسمی
استاذ المعہد المقدس للبنات ٹانڈہ وناظم تنظیم علماء ٹانڈہ

النکاح من سنتی

نشرواشاعت
تنظیم علماء ٹانڈہ ضلع رامپور

Nasir MBD.

شادی

سنت کے مطابق کیجئے

مرتب

مفتی سعید الظفر قاسمی

مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

سابق معین مدرس دار العلوم دیوبند

حسب حکم

مولانا محمد شاھد قاسمی

استاد حدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود ٹانڈہ

صدر تنظیم علماء ٹانڈہ

زیر انتظام

مولانا محمد فھیم قاسمی

استاد المعہد المقدس للبنات

ناظم تنظیم علماء ٹانڈہ

ناشر: تنظیم علماء ٹانڈہ

بتعاون: احسان ٹرسٹ ٹانڈہ، ضلع رامپور (یوپی) انڈیا

پہلا ایڈیشن

۱۴۴۴ھ م ۲۰۲۲ء

نام کتاب : شادی سنت کے مطابق کیجئے

مرتب : مفتی سعید الظفر قاسمی، مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ وسابق معین مدرس دار العلوم دیو بند

حسب حکم : مولانا محمد شاہد صاحب قاسمی، استاذ حدیث عبداللہ ابن مسعود ٹانڈہ وصدر تنظیم علماء ٹانڈہ

زیر انتظام : مولانا محمد فہیم قاسمی، استاد حدیث المعہد المقدس للبنات وناظم تنظیم علماء ٹانڈہ

صفحات : ٦۴

نشر و اشاعت و ملنے کا پتہ

تنظیم علماء ٹانڈہ

نوٹ

یہ کتاب حضرت مولانا حسین احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم جامعہ مدنیہ اشرف العلوم واصل نگر گودھی ہمیر پور، کاشی پور روڈ مراد آباد کے احسان ٹرسٹ ٹانڈہ، ضلع رامپور (یوپی) انڈیا کے تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

فہرست عناوین

❍	پیش لفظ	۶
❖	**نکاح کی اہمیت وضرورت**	۸
❍	واجب اور مستحب نکاح	۸
❍	نکاح کا مقصد	۹
❍	نکاح نصف ایمان کی تکمیل ہے	۱۰
❖	**رسم ورواج کی تعریف**	۱۱
❍	رسومات گناہ ہیں	۱۱
❍	گناہ کی حقیقت	۱۲
❍	تفاخر رسومات کی بنیاد ہیں	۱۲
❍	رسومات جوے کے حکم میں ہیں	۱۳
❍	رسومات میں فضول خرچی ہوتی ہے	۱۵
❍	مال سرمایہ حیات ہے	۱۶
❍	بعض رسومات میں غیر مسلموں سے مشابہت پائی جاتی ہے	۱۸
❍	مشابہت کیا ہے؟	۱۹
❍	رسومات میں عورتوں کا حصہ	۲۰
❍	عورتوں سے درخواست	۲۱
❍	رسم ورواج کو ختم کرنے کی اجتماعی کوشش	۲۲
❍	رسم ورواج کو ختم کرنے کی انفرادی کوشش	۲۳
❖	**شادی بیاہ میں لین دین کی رسومات**	۲۵
❍	رسمی لین دین کی مختلف شکلیں	۲۸

❍	سب سے بابرکت شادی	۲۹
❖	**شادی کے لئے لڑکا کیسا ہو؟**	۳۰
❍	دیندار کی تعریف	۳۱
❍	شادی کے لئے لڑکی کیسی ہو؟	۳۲
❖	**جہیز کی رسم**	۳۳
❖	**منگنی میں ٹکا دینے کی رسم**	۳۴
❍	منگنی کی حقیقت	۳۵
❍	حضرت فاطمہؓ کی منگنی نمونہ ہے	۳۶
❖	**شادی کی دعوت کے لیے بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونا**	۳۶
❍	اجازت لینے کی مصلحتیں	۳۷
❍	فحاشی کا انسداد	۳۸
❍	عصمت وعفت کی حفاظت	۳۸
❍	تہمت سے حفاظت	۳۸
❍	بدنظری سے حفاظت	۳۹
❍	شخصیت کی تعمیر	۴۰
❍	آنکھ پھوڑنے کا حکم	۴۰
❍	گھروں میں جانے سے پہلے دو کام	۴۱
❍	دروازے سے ہٹ کر کھڑے ہونا	۴۲
❖	**مایوں بیٹھانے کی رسم**	۴۲
❖	**مہندی کی رسم**	۴۴
❖	**ہلدی (ابٹن) کی رسم**	۴۵
❍	عورتوں کے لئے زرد رنگ کا کپڑا پہننا	۴۶

❍	مردوں کے لئے زرد لباس درست نہیں ہے	۴۷
❍	زرد رنگ کے لباس کی ممانعت کی وجہ	۴۸
❖	**شادی میں سہرا باندھنے کی رسم**	۴۸
❖	**مروجہ نوتہ کی رسم**	۴۹
❍	نوتہ کی شرعی حیثیت	۴۹
❍	مروجہ نوتہ کی خرابیاں	۵۰
❖	**شادی میں ڈی جے اور ناچ گانا**	۵۱
❍	بعثتِ نبوی کا اہم مقصد گانا ختم کرنا ہے	۵۲
❍	امت کو بھٹکانے والے لوگ	۵۳
❍	گانے کی دنیاوی سزا	۵۳
❍	امت میں گانے کو حلال کرنے والے ہوں گے	۵۵
❍	گانا گناہ کا داعیہ پیدا کرتا ہے	۵۵
❍	عورتوں سے گانا سننا	۵۶
❍	بے حیائی کا انجام	۵۷
❍	ڈی جے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے	۵۸
❖	**آتش بازی کی رسم**	۵۹
❍	آتش بازی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں	۵۹
❍	آتش بازی میں جان مال کا نقصان ہوتا ہے	۶۰
❍	آتش بازی میں آلہ علم کی بے ادبی ہے	۶۱
❖	**انتقال کے بعد مہر معاف کرانا**	۶۱
❖	**اہل ثروت حضرات کی خدمت میں خصوصی درخواست**	۶۳
❖	**اغراض ومقاصد تنظیم علماء ٹانڈہ**	۶۴

پیش لفظ

تین دہائی سے زیادہ عرصہ ہوا کہ ٹانڈہ بستی کے علماء کی اجتماعی کوشش سے تنظیم علماء کا قیام ہوا، اس کے قیام کے بنیادی مقاصد میں فرق باطلہ کا تعاقب، اسلام کا دفاع، جدید ذہن کے شبہات کے جوابات، رسومات کا خاتمہ، اصلاح معاشرہ اور ملت اسلامیہ کی دینی، ملی، قومی اور سماجی تمام تر خدمات شامل ہیں، الحمدللہ اس طویل عرصہ میں ہر شعبہ میں اپنی خدمات انجام دی ہیں، جن کے اثرات کو یہاں کے ماحول میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

شادی بیاہ انسانی ضرورت ہے ہر دن کسی نہ کسی گھر میں شادی بیاہ کا موقع ہوتا ہے اور سال میں ایک مخصوص موسم شادی بیاہ کے لئے خاص مانا جاتا ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے شادی بیاہ رسومات سے گھر چکی ہیں، رشتہ سے لے کر نکاح تک؛ بلکہ اس کے بعد تک ہر دن کسی نہ کسی عنوان سے رسم ورواج سے گزرنا پڑتا ہے، جس میں بے شمار گناہ، بے شمار برائیاں اور بے غیرتی کا ماحول پیدا ہوجاتا ہے، انسان کی زندگی بھر کی جمع پونجی چند دنوں میں لٹ جاتی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زندگی کا واحد مقصد زندگی بھر کمانا اور رسومات کے نام پر لٹانا ہے، اپنے بچوں کے لئے اعلیٰ تعلیم اور بہت سارے امور خیر کے حوالہ سے یہ ماحول کبھی سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتا، شادی کے موسم میں تنظیم علماء اپنے اراکین اور رفقاء کے ساتھ کمربستہ ہوجاتی ہے اور محلّہ محلّہ، مسجد مسجد لوگوں کو رسومات سے متنبہ کرتی ہے اور اس کی برائیوں سے بچنے کی درخواست کرتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ امت تنظیم کی بات کو قبول کرتی ہے، مگر دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ ہر سال انہی مصروفیات کی بناء پر تنظیم کی خدمات کا دائرہ محدود ہوجاتا ہے، آگے سوچنے کا موقع اور وقت ہی نہیں ملتا، اسلئے اس مرتبہ اراکین کی موجودگی میں مشورہ سے طے ہوا کہ مروجہ رسومات پر سابقہ روایت کے مطابق تقریروں کے ذریعہ تنبیہ کا سلسلہ جاری رہے اور ساتھ ہی مختصر کتابی شکل میں ان رسومات کو جمع بھی کردیا جائے، تاکہ شریعت کا پیغام ہماری بستی اور پورے علاقے میں گھر گھر

تک پہنچےاوراس سے آگے بھی سوچنے کا موقع ملے۔

تنظیم شکر گزار ہے کہ حضرت مفتی سعید الظفر صاحب دامت برکاتہم نے ہماری درخواست پراس اہم فریضہ کوادا کیا،آپ نے درس وتدریس ،وعظ وخطابت اورتصنیف وتالیف کی مصروفیتوں میں سے وقت نکالا اور بہت کم مدت میں اس رسالہ کوعلمی اورتذکیری انداز میں مکمل فرمایا،حق تو یہ تھا کہ ہر بات کوتفصیل سے لکھا جاتا،مگر وسائل کی کمی نے ہاتھوں کو باندھ دیا؛ بہرحال یہ آغاز ہے حسب موقع ان میں اضافہ ہوتا رہے گا،البتہ چند برائیوں کوقدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے جن میں شادی بیاہ کے علاوہ بھی روزمرہ کے معمولات میں لوگ گرفتار ہیں،ان شاءاللہ اسی علمی طرز سے دوسرے کاموں کوبھی آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔

حضرت مولانا فہیم صاحب قاسمی (استاد حدیث المعہد المقدس للبنات وناظم تنظیم علماء) اورحضرت مولانا ریاض صاحب قاسمی (مدرسہ ارشادالعلوم ٹانڈہ) میرے مشوروں کے شریک، میری کوششوں میں شانہ بشانہ کھڑے رہےاورحوصلہ دیتے رہے، میں ان کا شکر گزار ہوں،اللہ تعالی ان کےعلم اورعمل میں برکت عطافرمائے۔

کتاب کی اشاعت ایک اہم مرحلہ تھا،اخراجات کی ضرورت تھی،اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ مدنیہ اشرف العلوم گودھی ہمیر پور) کو، کہ آپ کی توجہ عالیہ سے اشاعت کا مرحلہ آسان ہو گیااورآپ کے امدادی ٹرسٹ ''احسان'' کے تعاون سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آرہی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کواور تمام اراکین تنظیم کوجزائے خیرعطافرمائے اوراس رسالہ کوامت کے لئے مفید تر بنائے (آمین)

محمد شاہد (غفرلہ)
استاد حدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود
صدر تنظیم علماء ٹانڈہ
۱۵ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح کی اہمیت وضرورت

اسلام نے نسل انسانی کی بقاء اوراس کے تحفظ کے لئے نکاح کی تجویز پیش کی ہے جو ہر طرح معتدل، متوازن اور باعزت ہے، نکاح کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور انسان کی اہم فطری ضرورت ہے، نکاح اللہ تعالی کی نعمت، عبادت اور دینی امر ہے، شریعت کا اصول ہے کہ جس کام میں تاکیدی یعنی وجوبی حکم دیا گیا ہو یا ترغیبی یعنی استحبابی حکم دیا گیا ہو یا اس کام کے کرنے پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو، وہ اللہ کی نگاہ میں دین اور عبادت ہے، اور جس کام کی ایسی صورت حال نہ ہو، وہ دنیوی کام ہے۔ اس اصول پر غور کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں بعض حالات میں نکاح کا حکم تاکیدی اور بعض میں ترغیبی حکم ہے اور اس پر ثواب کا بھی وعدہ ہے۔

واجب اور مستحب نکاح

(۱) اگر کوئی شخص بیوی کے حقوق یعنی نان ونفقہ وغیرہ ادا کرنے پر قادر ہو اور اس کی اپنی صورت حال ایسی ہو کہ اگر وہ نکاح نہ کرے تو زنا میں پڑنے کا یقین یا غالب گمان ہو، تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض ہے:

”(قوله: فإن تيقن الزنا إلا به فرض) أى بأن كان لا يمكنه الاحتراز عن الزنا إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضا...و هذا إن ملك المهر و النفقة“ (۱)

(۲) بیوی کے نان ونفقہ پر ادائیگی کی قدرت رکھنے کے ساتھ نکاح کی شدید ضرورت ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑنے کا یقین تو نہ ہو؛ مگر اندیشہ ہو تو

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح ۴/ ۶۳

ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے:

" قلت: و كذا فيما يظهر لو كان لايمكنه منع نفسه عن النظر المحرم أو عن الاستمناء بالكف، فيجب التزوج، وإن لم يخف الوقوع فی الزنا"(۱)

(۳) کسی شخص کی حالت معتدل ہو، نا تو نکاح کی شدید خواہش ہو اور نا زنا وغیرہ میں پڑنے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں نکاح سنت مؤکدہ ہے اور بے نکاح رہنے سے افضل ہے:

" النكاح حالة الاعتدال سنة مؤكدة مرغوبة "(۲)

نکاح کا مقصد

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"يا معشر الشباب من استطاع منكم البائة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء (۳)

اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص نان ونفقہ کا بوجھ اٹھانے کی قدرت رکھتا ہو، اس کو نکاح کر لینا چاہئے؛ کیونکہ نکاح نگاہ کے پست ہونے کا ذریعہ ہے اور جو شخص قدرت نہ رکھتا ہو، اس کو روزہ رکھنا چاہئے؛ کیونکہ روزہ اس کی رگیں مل دے گا"۔

فطرت کا اصول ہے کہ نفس کا تقاضہ پورا کرنے کے لئے کوئی جگہ متعین ہونی چاہئے، جہاں انسان اپنی خواہش کی تکمیل کر سکے، شریعت نے اس محل کی تعیین کے لئے

---

(۱) شامی، کتاب النکاح ۶۳/۴　　(۲) الاختیار ۱۰۲/۲

(۳) مشکوۃ، کتاب النکاح، الفصل الاول، رقم الحدیث: ۳۰۸۰

نکاح کی تجویز رکھی اوراس کی ترغیب دی ہے اگر ایسا نہ ہوتا اورانسانی خواہش کی تکمیل کو عقل پر چھوڑ دیا جاتا، تو فساد کا ایسا دروازہ کھل جاتا جہاں عفت وعصمت اور انسانی نسب ونسل کا خوبصورت تانا بانا بکھر جاتا، پھر نا معلوم کتنی عورتیں اجنبی مرد کے سامنے بے حجاب ہوتیں اور کتنے مرد اجنبی عورت کے سامنے بے حجاب ہوتے، ان عواقب پر نظر کر کے شریعت نے نکاح کا حکم دیا؛ تاکہ ان کی عزت وعظمت ،نسب ونسل کی بلندی، انفرادیت اور عصمت و عفت کی حفاظت باقی رہے، حضرت ابو نجیحؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من کان موسرا لان ینکح ثم لم ینکح فلیس منی (۱)
تم میں سے جو شخص نکاح کرنے کی وسعت رکھتا ہو پھر نکاح نہ کرے، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں“۔

نکاح نصف ایمان کی تکمیل ہے

ہم عرض کر چکے ہے کہ نکاح کا مقصد غض بصر ہے اور زنا جیسے بڑے گناہوں سے بچنا ہے، ظاہر ہے کہ دین کے بہت سارے شعبے ہیں، اگر شریعت کی موٹی موٹی تقسیم کی جائے تو دو قسمیں بنتی ہے عائلی زندگی اور غیر عائلی زندگی، نکاح کرنے کے بعد انسان عائلی زندگی سے متعلق گناہوں سے بچ جاتا ہے گویا وہ اپنا نصف دین محفوظ کر لیتا ہے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين فليتق الله فى النصف الباقى (۲)
جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو آدھا دین کامل کر لیتا ہے اس کو چاہئے کہ نصف دین میں اللہ سے ڈرتا رہے“۔

---

(۱) الترغیب والترہیب، کتاب النکاح وما یتعلق بہ، رقم الحدیث:۲۹۵۲
(۲) الترغیب والترہیب، کتاب النکاح وما یتعلق بہ، رقم الحدیث:۲۹۵۰

رسم ورواج کی تعریف

رسم اور رواج اردو زبان میں ہم معنی اور مترادف ہیں، ان کی لغوی اور شرعی تعریف قریب قریب ہے؛ چنانچہ ''ہر غیر لازم چیز کو لازم یا غیر ضروری کو ضروری کر لینے کا نام رسم ہے''۔(۱)

عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ رسم ورواج کا تعلق صرف شادی بیاہ سے ہے، یہ بات مکمل طور پر صحیح نہیں ہے؛ بلکہ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات حتی کے روزمرہ کے معمولات میں غیر لازم چیز کو لازم کرنے میں بھی رسم ہو جاتی ہے۔

رسومات گناہ ہیں

گناہ بہت سارے ہیں اور سبھی پر سزا کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، مگر ایسے گناہ زیادہ خطرناک ہیں جو عام طور پر عادات ورواج میں داخل ہو گئے ہیں اور طبیعتیں ان سے مانوس ہوگئی ہیں، انسانی ذہن سے ان کی برائی کا احساس تقریباً ختم ہو گیا ہے، ایسے گناہوں سے دامن چھڑانے کی کیا امید ہوسکتی ہے؟ جس چیز کی برائی اور قباحت دل میں ہوتی ہے، آدمی اس سے نفرت کرتا ہے اور پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ہے، کبھی نادانی میں ان برائیوں کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو ندامت کا اظہار اور توبہ کرتا ہے، یہاں تو صورت حال یکسر بدل گئی ہے، ہمارے روزمرہ کے معمولات، تقریبات اور شادی بیاہ میں جن رسم و رواج کا چلن ہمارے اردگرد کے ماحول میں ہے، ان پر ہم فخر کرتے ہیں، اپنے وقار کے لئے لازم اور تہذیب کا حصہ سمجھتے ہیں، ان رسومات کی انجام دہی کیلئے دوست واحباب کے مشورے سے منصوبے بنائے جاتے ہیں، دور دراز شہروں سے قیمتی مٹھائیاں منگائی جاتی ہیں، پرانی رسومات کو نئی صورتوں میں پیش کیا جاتا ہے، پیسہ پانی کی طرح خرچ کیا جاتا ہے، تو پشیمانی کہاں اور توبہ کہاں؟ شریعت میں رسومات گناہ ہیں، جیسا کہ تفصیل سے آگے یہ بات آئے گی؛ طبیعتوں نے ان کے گناہ ہونے کے احساس کو ہی ختم کر دیا۔

---

(۱) کمالات اشرفیہ ۳۴۵

گناہ کی حقیقت

گناہ کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا، گناہوں کی طویل فہرست ہے، ان میں کچھ ایسے ہیں جن کو پڑھے لکھے اور بے پڑھے لکھے سبھی جانتے ہیں اور کچھ گناہوں کو کچھ ہی لوگ جانتے ہیں اور کچھ ایسے بھی گناہ ہیں جن کو ہم نہ تو گناہ سمجھتے ہیں اور نہ ان کے بھلے برے ہونے کے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تحریر میں جن رسومات کا ہم ذکر کر رہے ہیں، ان میں ایک نہیں؛ بلکہ کئی گناہ ایک ساتھ پائے جاتے ہیں اور ایک رسم کی ادائیگی میں کئی گناہ ایک ساتھ انسان کے نامہ اعمال میں لکھ دیئے جاتے ہیں، اب آگے ان چند بنیادی گناہوں کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے، جو عام طور پر رسم و رواج کا حصہ ہیں اور ان ہی کی وجہ سے رسومات کو غلط کہا جاتا ہے اور امت کو منع کیا جاتا ہے۔

تفاخر رسومات کی بنیاد ہے

ہر رسم و رواج میں کئی گناہ ایک ساتھ پائے جاتے ہیں، ان میں سے سرفہرست تکبر و تفاخر ہے، یہ جس عمل میں بھی پایا جاتا ہے، اس کو یکسر فاسد کر دیتا ہے، جس طرح تھوڑی گندگی پانی کو ناپاک کر دیتی ہیں، اسی طرح تفاخر جائز اور حلال کام کو بھی گندہ کر دیتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں ''تفاخر'' کا مطلب ہے، اپنے کسی عمل اور قول کے ذریعہ دوسرے لوگوں پر بڑائی جتانا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس مکروہ صفت کی بڑی شد و مد کے ساتھ قباحت اور برائی بیان کی گئی ہے اور بڑائی جتانے والے شخص سے ناپسندیدگی کا صاف اعلان کر دیا گیا؛ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (۱)

بیشک اللہ تعالی ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں''۔

ظاہر ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالی پسند نہیں کرتا اس کا دنیا و آخرت میں کیا حال

---

(۱) لقمان ۱۸

ہوگا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یقیناً رحمت الٰہی سے دوری ہوجائے گی اور رہی بات آخرت کی، تو اس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر غور کرنا چاہئے؛ چنانچہ ارشاد فرمایا:

”لا يدخل الجنة من كان فى قلبه مثقال حبة من الكبر (١)

جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا“۔

تفاخر اور تکبر کا اخروی انجام دوسری روایت میں ایک مثال کی روشنی میں سمجھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

” من لبس ثوب شهرة فى الدنيا، ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة، ثم ألهب فيه نارا (٢)

جو شخص دکھاوے اور شہرت کی غرض سے دنیا میں کوئی کپڑا پہنے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے، پھر آگ میں ڈالا جائے گا“۔

اس آیت اور حدیث میں غور کر لیجئے کہ عجب، تکبر، تفاخر اور دکھلاوا اللہ و رسول کے نزدیک کتنی بری چیز ہے؟ شریعت نے اس کو معصیت اور گناہ قرار دیا اور شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ جس فعل میں معصیت موجود ہو وہ کام بھی معصیت ہوجاتا ہے۔

ہم ہر صاحب ایمان کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ جن رسومات میں ہمارا معاشرہ گھرا ہوا ہے، وہ سب تفاخر اور کبر کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں، ہر اگلا پچھلے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اگر کچھ کام اپنی اصل کے اعتبار سے جائز بھی تھے تو تفاخر کی موجودگی نے ان کو جائز نہیں چھوڑا۔

رسومات جوے کے حکم میں ہیں

رسم و رواج حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسومات علت مشترکہ کی بناء پر

(۱) مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، رقم الحدیث: ۹۱

(۲) ابن ماجہ، باب من لبس شہرۃ من الثیاب، رقم الحدیث: ۳۶۰۷

''جوے'' کے حکم میں ہیں اور جس طرح جوا اور شراب حرام ہیں، اسی طرح رسومات بھی حرام ہیں، پہلے اس آیت میں غور فرمائیں، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

"إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (۱)

شیطان تو یہی چاہتا کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟''۔

اس آیت میں جوے اور شراب کے دو نقصانات بیان کئے گئے:

۱- شیطان جوے اور شراب کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان بغض، دشمنی اور نفاق ڈالنا چاہتا ہے۔

۲- یہ دونوں کام اللہ کی یاد، اس کے ذکر اور نماز سے روکنے کا بھی سبب ہیں۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ عداوت، بغض، نماز اور ذکر اللہ سے غافل کرنے کے لئے یہ دونوں کام سبب اور علت ہیں، اور اسی وجہ سے دونوں چیزیں حرام ہیں، اب آگے توجہ طلب بات یہ ہے کہ جو کام اللہ کے ذکر اور نماز سے غفلت کا سبب بنے گا وہ شریعت کی نگاہ میں شراب اور جوے کے حکم میں ہوگا یعنی حرام ہوگا۔ ذخیرہ حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کل ما الھی عن ذکر اللہ و عن الصلوۃ فھو المیسر (۲)

جو چیز اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کردے، وہ سب جوا ہے''۔

اس حدیث شریف کی بات اصولی بات ہے کہ جو کام بھی نماز اور ذکر اللہ سے غافل کردے اس کا حکم بھی جوے اور شراب کا ہوگا اور جوے اور شراب کی طرح وہ بھی حرام

---

(۱) سورہ مائدۃ ۹۱

(۲) شعب الایمان للبیہقی تحریم الملاعب والملاھی، رقم الحدیث: ۶۰۹۸

ہوگا۔ اب اس اصول پر اپنی رسومات کا حال دیکھ لیجئے اور خود ہی اس کا حکم نکال لیجیے، ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ جہاں شادی بیاہ کے موقع پر رسم و رواج ہوتے ہیں وہاں مرد اور عورتوں میں سے کوئی بھی نماز کی پابندی نہیں کرتا، بمشکل تمام چند مردوں کا استثناء کر دیا جائے تو عورتوں کا حال تو قابل رحم ہوتا ہے، ان رسومات میں دلچسپی اور اپنے بناؤ سنگھار کی فکر میں نماز تو چھوڑئے، اپنی گود کے بچہ کی بھی خبر نہیں رہتی، اللہ حفاظت فرمائیں۔

رسومات میں فضول خرچی ہوتی ہے

رسومات میں فضول خرچی ہوتی ہے، جو شریعت میں حرام ہے، ایک باعزت زندگی گزارنے کے لئے مال و دولت کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے اور اگر انسان کے اوپر دیگر لوگوں مثلاً بیوی بچوں کی ذمہ داریاں، ان کا نان ونفقہ اور تعلیم وتربیت کے لئے اخراجات کی ضرورت ہو تو مال کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے؛ اس لیے قرآن وحدیث میں فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے اور مختلف پیرایوں سے اس کی مذمت بیان کی گئی ہے، سورہ اعراف میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

"يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۱)

اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! جب کبھی مسجد میں آؤ تو اپنی خوشنمائی کا سامان (یعنی لباس جسم پر) لے کر آؤ، اور کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی مت کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ فضول خرچی کرنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا"۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

" وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا، إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورً (۲)

اور اپنے مال کو بیہودہ کاموں میں نہ اڑاؤ، یقین جانو کہ جو لوگ بیہودہ

---

(۱) اعراف ۳۱ (۲) اسراء ۲۶، ۲۷

کاموں میں مال اڑاتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے''۔

ان دونوں آیتوں میں فضول خرچی کے معنی کو قرآن کریم نے دو لفظوں سے تعبیر کیا ایک ''تبذیر'' اور دوسرا ''اسراف''، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں، کسی گناہ کے کام میں یا بے موقع اور بے محل خرچ کرنے کو تبذیر اور اسراف کہا جاتا ہے اور بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ کسی گناہ میں یا بے موقع خرچ کرنے کو ''تبذیر'' کہتے ہیں اور جہاں خرچ کرنے کا جائز موقع تو ہو، مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے اس کو ''اسراف'' کہتے ہیں۔(۱)

بہر حال فضول خرچی کسی بھی وجہ سے ہو اور کسی بھی درجہ میں ہو وہ ممنوع ہے اور فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کی طرح اللہ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اس کا بھائی کہا گیا ہے، حدیث شریف میں بھی فضول خرچی کے حرام ہونے کی صراحت ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إن اللہ حرم علیکم: عقوق الأمھات، ووأد البنات، ومنعاً وھات، وکرہ لکم قیل وقال، وکثرۃ السؤال، وإضاعۃ المال (۲)

''اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے، مستحقین کو مال دینے سے رکنا، خود بخل کرکے دوسروں سے سوال کرنے، فضول باتوں اور کثرت سوالات اور مال ضائع کرنے کو حرام فرمایا ہے''۔

مال سرمایہ حیات ہے

اسلامی ہدایات میں مال کو سرمایہ حیات بتایا گیا ہے اور انسانی زندگی میں اس کا بڑا

---

(۱) معارف القرآن ۵/۷۰

(۲) بخاری، باب ما ینھی عن اضاعۃ المال، کتاب فی الاستقراض الخ، رقم الحدیث: ۲۴۰۸

دخل ہونا بیان فرما کر اس کی حفاظت کا داعیہ اور اسراف کی کراہت دل میں پیدا کی گئی ہے، مال کی اہمیت بیان کرتے ہوئے صاف فرما دیا گیا کہ نا تجربہ کار نابالغ بچوں اور ناواقف عورتوں کو مال حوالے کر دینا عقلمندی نہیں ہیں؛ بلکہ مال کی بربادی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

"وَلَاتُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (۱)

اور نہ سمجھ یتیموں کو اپنے وہ مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لیے زندگی کا سرمایہ بنایا ہے، ان کو ان میں سے کھلاؤ اور مناسب انداز میں بات کرو"۔

مال کی حفاظت ضروری امر ہے، اس کو ضائع کرنا گناہ ہے، موجودہ وقت میں مال کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے؛ کیونکہ اب لوگوں میں انحطاط کی وجہ سے دین و ایمان کی اہمیت زیادہ نہیں ہے، دنیاوی ساز و سامان کی طرف توجہ زیادہ ہے، معمولی تکلیف سے ہی بہت سارے لوگ دین چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں؛ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے حلال مال کمانے اور اس کو محفوظ رکھنے کی زیادہ تاکید ہے، اسی طرح کے لوگوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"كاد الفقر أن يكون كفراً (۲)

تنگدستی مومن کو بعض اوقات کافر بنا سکتی ہے"۔

حضرت امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے بات کو اچھے انداز میں سمجھایا ہے، فرماتے ہیں:

"كان المال فيما مضى يكره فأما اليوم فهو ترس المؤمن (۳)

پہلے زمانے میں مال کو پاس رکھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آج یہ مال مومن کی ڈھال ہے"۔

---

(۱) النساء۵ (۲) مشکوۃ، باب من ینھی عنہ من التھاجر الخ، کتاب الآداب، رقم الحدیث: ۵۰۵۱

(۳) مشکوۃ باب استحباب المال والعمر للتعاطی، کتاب الرقاق، رقم الحدیث: ۲۵۹۱

مال کی اہمیت کے پیش نظر اس امت میں اسراف کرنے والے اور مال کو ضائع کرنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے دین اور مال کے درمیان تعلق اور اپنی بقاء میں دوسرے کے وجود کی ضرورت کو بتاتے ہوئے ،فرمایا:

"من كان في يده من هذه شيء فليصلحه فإنه زمان إن احتاج كان أول من يبذل دينه (۱)

جس کے پاس مال میں سے کچھ موجود ہو، اسے چاہیئے کہ اس کو مناسب طریقے پر خرچ کریں؛ کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے اگر کوئی ضرورت پیش آ گئی تو انسان سب سے پہلے اپنے دین ہی کو خرچ کرے گا"۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ حاجت پوری کرنے کی اہمیت دین پر چلنے سے زیادہ ہوگی اور ضرورت کے وقت دین سے زیادہ مال کی ضرورت اور اہمیت ہوگی، اس امت کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ مال کو اللہ تعالی نے سرمایہ حیات بنایا ہے، اب اس کو نیک کاموں میں خرچ کر کے اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر صرف کر کے دنیا اور آخرت کی تعمیر کرلو یا اپنے تفاخر کے لئے بے ہودہ رسومات میں خرچ کر کے پوری زندگی کے سرمائے کو لٹا دو، عقل مند کیلئے اشارہ کافی ہے، شریعت میں اسراف کی مذمت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مال دراصل اللہ تعالی کی نعمت اور آخرت کے لئے کھیتی کے مانند ہے، جب مال اللہ تعالی کی نعمت ہے تو اس میں اسراف اور فضول خرچی دراصل اللہ تعالی کی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے، جو اللہ تعالی کی ناراضگی، غصہ اور عتاب کا ذریعہ ہے۔

بعض رسومات میں غیر مسلموں سے مشابہت پائی جاتی ہے

ہمارے درمیان بعض ایسی رسومات بھی ہیں، جن میں غیر مسلموں کی مذہبی چیزوں اور ان کے اعمال سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اسلام میں تشبہ بالغیر جائز نہیں ہے؛

(۱) مشکوۃ باب استحباب المال والعمر للتعاطی، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:۲۵۹۱

اس لئے رسومات بھی جائز نہیں ہیں، مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، زندگی کے ہر چھوٹے بڑے شعبہ میں اس کی واضح تعلیمات موجود ہیں، اس لئے شریعت اسلامیہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان اپنے تشخصات کے ذریعہ امتیاز چاہتی ہے کہ مسلم اپنی وضع قطع، رہن سہن، چال ڈھال، بیاہ شادی اور اپنی دیگر معمولات میں ممتاز رہے، اپنے کسی بھی کام میں غیروں کی مشابہت اختیار کرنا اسلام کو پسند نہیں ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا (۱)

اے ایمان والو! تم نہ ہو (جاؤ) ان کی طرح جو کافر ہوئے۔

اس آیت میں کفار کے ساتھ مشابہت سے منع فرمایا ہے، تشبّہ اختیار کرنے والوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدگی اور بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے، ترمذی شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے، فرماتے ہیں:

”لیس منا من تشبه بغیرنا، لا تشبهوا بالیهود و لا بالنصاری (۲)

جو شخص ملت اسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں، تم یہود و نصاری کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو“۔

مشابہت کیا ہے؟

اپنی حقیقت، صورت، ہیئت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی صورت اختیار کرنے کا نام مشابہت ہے۔(۳) مشابہت عام ہے، خیر کے کاموں میں نیک لوگوں کی مشابہت ہوگی تو انجام نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا اور برے کاموں میں مشابہت ہوگی تو انجام برے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔(۴)

اسلام نے اپنے امتیاز اور تشخص کی بقاء کیلئے مشابہت کا دروازہ بند کر دیا اور

(۱) آل عمران ۱۵۶ (۲) ترمذی، کتاب الاستئذان، رقم الحدیث: ۲۶۹۵
(۳) التنبہ علی مافی التشبہ للکاندھلوی ۷ (۴) مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۳۴۷

مشابہت بالغیر کو ناجائز قرار دیا، آپ آئندہ صفحات میں رسومات کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہندوستانی معاشرہ میں ہندو مسلم اختلاط کی وجہ سے بہت سارے ہندوانہ رسم ورواج ہمارے گھروں میں درآئے ہیں اور نسل درنسل سفر کرتے ہوئے ہماری شادی اور تقریبات کا حصہ ہوگئے ہیں، ہماری نئی نسل کو احساس تک نہیں کہ خوشی خوشی جن کاموں کو ہم کرتے ہیں وہ ہماری تہذیب کا حصہ نہیں ہیں، ایک ادنی مسلمان ہونے کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت سے محبت کرتے ہوئے آپ کی مبارک سنتوں کو اپنی زندگی میں جگہ دے کر اللہ تعالی کے سامنے سرخ رو ہوں اور قیامت کے دن کی رسوائیوں سے بچیں۔

رسومات میں عورتوں کا حصہ

شادی بیاہ کے رسم ورواج کی بنیاد تفاخر اور نام ونمود پر ہے، یہ تفاخر مرد بھی کرتے ہیں، مگر رسومات کی اصل جڑ عورتیں ہی ہیں، ان عورتوں کو رسومات کے کلیات وجزئیات از بر یاد ہوتے ہیں، شادی کے موقع پر ذرا ان سے مشورہ کرلو تو ان کے مشورہ کی ابتداء یہاں سے ہوتی کہ ”شادی اپنی شان کے موافق کرلو“ اہل بستی، عزیز واقارب اور برادری کے دیگر لوگ اگر اپنی تقریب میں کوئی کام اتفاقیہ کرلیں تو اس کو نظیر بنا کر بار بار ایک ہی جملہ دہراتی رہتی ہیں کہ ”اب یہ چل رہا ہے“ گویا اس کام کا کرنا ان کے نزدیک واجب اور فرض ہو جاتا ہے، ذہن کی اتنی پکی ہوتی ہیں کہ دین تو کیا دنیا کی بربادی کا بھی ان کو خیال نہیں، اپنی ضد کے سامنے چاہے کچھ بھی نقصان ہو جائے، کچھ پرواہ نہیں کرتیں، مال کو بے دردی کے ساتھ اڑاتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر کے مردوں کو قرض لے کر اور کبھی ناجائز راستوں سے مال حاصل کرکے ان رسومات کو پورا کرنا پڑتا ہے۔

مردوں کا حال بھی قابل رحم ہے، کہ شادی بیاہ کے کاموں میں عورتوں ہی کو اپنا امام بنالیا ہے، اپنی مہار ان کے ہاتھوں میں دے رکھی ہے، معمولی بات میں بھی ان کے خلاف نہیں چل سکتے، سب کام انہی سے پوچھ پوچھ کر کرتے ہیں، ہم نے آگے بتایا ہے کہ

اللہ تعالی نے مرد کو گھر کا ذمہ دار اور امام بنایا ہے اور اس کی ذمہ داری میں شامل ہے کہ اپنے مقام اور اثر ورسوخ کا استعمال کرتے ہوئے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو شریعت کے طریقہ پر چلائے، اور آخرت کی ذلت سے بچانے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کردے۔

عورتوں سے درخواست

تنظیم علماء عورتوں سے درخواست کرتی ہے، کہ ان رسومات کے خاتمہ کی کوشش میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑی ہو جائیں اور کوشش کر کے مردوں کو ان رسم ورواج سے روکیں آپ کا روکنا بہت مؤثر ہوگا؛ اس لئے کہ ان رسومات کو شروع کرنے والی عورتیں ہی ہیں، جب آپ رکے گیں اور مردوں کو بھی روکے گیں تو خود بخود ایک صالح معاشرہ کی تشکیل ہو جائے گی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ اللہ کی شریعت کسی کی محتاج نہیں، اللہ کے محبوب بندے وہی ہو سکتے ہیں جو اس کے حکم کے مطابق زندگی گزاریں، جاہلیت کے رسم ورواج کی پابندی کرنے والے اور نت نئے طریقے ایجاد کرنے والے سچے مسلمان نہیں ہو سکتے؛ بلکہ ان پر لعنت کا نزول ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبى يجاب: الزائد فى كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز من أذله الله ويذل من أعزه الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتى ما حرم الله والتارك لسنتى (۱)

چھ طرح کے آدمی ایسے ہیں کہ جن پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے، (۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا، (۲) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا، (۳) زبردستی تسلط اور غلبہ حاصل کرنے والا کہ وہ اس شخص کو تو عزت

(۱) مشکوۃ، باب الایمان والقدر، رقم الحدیث: ۱۰۹

دے جس کو اللہ نے ذلت دی اور وہ اس کو ذلیل کرے کہ جس کو اللہ نے عزت دی ہے، (۴) اللہ کے حرام کو حلال کرنے والا، (۵) میری اولاد میں سے اس چیز کو حلال کرنے والا جو اللہ نے حرام قرار دی ہے، (۶) میری سنت کو ترک کرنے والا (یعنی سنت چھوڑ کر جاہلی طریقہ اپنانے والا)''۔

جن گناہوں کے مجموعہ سے مل کر رسم و رواج بنے ہیں یا جن کی وجہ سے یہ رسومات ناجائز ہیں، ان میں سے چند کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا تھا، آپ نے خود دیکھ لیا کہ یہ سب حرام و ناجائز ہیں، قرآن و حدیث میں ان کی قباحت اور برائی کو شدّ و مد کے ساتھ بیان کیا ہے، ہم لوگوں کو خیال بھی نہیں آتا کہ کسی ایک رسم کی ادائیگی میں ہم کتنے بڑے بڑے گناہوں کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیتے ہیں، ہم گزشتہ صفحات میں شریعت کا قاعدہ لکھ چکے ہیں کہ جس کام میں گناہ موجود ہو، وہ کام بھی معصیت ہو جاتا ہے، انہیں برائیوں کی وجہ سے ان رسومات سے منع کیا جاتا ہے، اللہ تعالی ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے، اور ان کو اپنے معاشرہ سے ختم کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

رسم ورواج کو ختم کرنے کی اجتماعی کوشش

کسی بھی برائی کی اصلاح کے طریقے مختلف اور ایک سے زائد ہو سکتے ہیں، اللہ کے نیک بندے اپنے اپنے طور پر کوششیں کرتے ہیں، اور رحمت الٰہی کی توفیق سے اس کا نتیجہ بھی سامنے آتا ہے، ہمارے سامنے رسومات کو ختم کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

۱- کسی برادری یا علاقہ یا محلّہ کے تمام لوگ رسومات کے خلاف سر جوڑ کر بیٹھیں، اور طے کریں کہ اپنی شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں کسی طرح کے رسم و رواج نہیں کریں گے، اس فیصلہ کے بعد برادری کے بااثر افراد کو سرپرستی فرماتے ہوئے سب پر نظر رکھنی چاہئے، امید ہے ان شاء اللہ کچھ مدت میں مسلسل محنت کے بعد رسم و رواج ختم ہو کر سنت کے طریقے زندہ ہو جائیں گے، اور جو حضرات اس میں کوشش کریں گے، ان کو زندگی میں

اور مرنے کے بعد ثواب ملتا رہے گا اور جو ان کی تحریک پر عمل کریں گے، ان کے ثواب سے بھی ان حضرات کو حصہ ملتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من سن سنة خير فاتبع عليها فله أجره ومثل أجور من اتبعه غير منقوص من أجورهم شيئا، ومن سن سنة شر فاتبع عليها كان عليه وزره ومثل أوزار من اتبعه غير منقوص من أوزارهم شيئا (۱)

جس نے کوئی اچھا طریقہ شروع کیا اور اس کی اس طریقہ میں پیروی کی گئی تو اس کے لئے ثواب ہے اور ان لوگوں کے ثواب کے مانند ہے جو اس کی پیروں کریں؛ دراں حالانکہ ان کے ثوابوں میں کوئی بھی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی برا طریقہ شروع کیا اور اس میں اس کی پیروی کی گئی تو اس پر اُس کا اپنا گناہ ہے اور ان لوگوں کے گناہوں کے مانند ہوگا جو اُس کی پیروی کریں گے؛ دراں حالانکہ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی“۔

رسم ورواج کو ختم کرنے کی انفرادی کوشش

۲-سماج کی چند اکائیوں سے مل کر معاشرہ بنتا ہے، جس طرح مختلف اعضاء سے مل کر ایک انسان وجود میں آتا ہے، ہر عضو صحت مند ہو تو انسان تندرست کہلاتا ہے اور کسی بھی ایک عضو کے بیمار ہونے کی صورت میں انسان کو صحت مند نہیں کہا جاسکتا، معاشرہ کو تندرست رکھنے کے لئے سماج کی ہر اکائی کی دو ذمہ داریاں ہیں، پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے افعال، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی کوشش کرے، شریعت پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرے، گناہوں سے پرہیز کرے، شادی بیاہ اور اپنی ہر تقریب میں رسم ورواج کو بالکل ترک کردے، اگر یہ فکر معاشرہ کے ہر فرد میں پیدا ہو جائے اور ہر آدمی

---

(۱) ترمذی، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۲۶۷۵

انفرادی کوشش کرنے لگے، تو صالح معاشرہ کے خواب کی تعبیر مشکل نہیں، یہ معاشرہ رسم ورواج سے پاک صاف ہوجائے گا، یہ ہر فرد کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، قیامت کے دن اللہ تعالی اس کے بارے میں سوال فرمائیں گے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''قیامت کے دن (جب بارگاہ خداوندی میں حساب کے لیے پیشی ہوگی تو) آدمی کے پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے جب تک اس سے پانچ باتیں نہ پوچھ لی جائیں: (۱) زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں میں گنوائی؟ (۲) جوانی کے بارے میں کہ کن مشاغل میں بتائی؟ (۳) مال ودولت کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا؟ (۴) اور کہاں خرچ کیا؟ (۵) اور جو کچھ جانتا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟'' (۱)۔

معاشرہ کے ہر فرد کی دوسری ذمہ داری ہے کہ اپنے عزیز واقارب، اہل محلّہ، دوست واحباب، خاندان اور آس پاس کے ماحول پر گہری نگاہ رکھے، ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر ایک شخص کی اہمیت ہر درجہ کے لوگوں کے درمیان یکساں نہیں ہوتی، کہیں ان کا اثر اتنا ہوتا ہے کہ صرف کسی کام کو روکنے کے لئے زبان سے منع کر دینا ہی کافی ہے اور برائی ختم ہوجاتی ہے اور کہیں اس سے آگے بڑھ کر زور کا استعمال کرنا پڑتا ہے اور امت میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے کچھ کہنا اور برائی سے روکنے کی کوشش بے نتیجہ ہوتی ہے؛ بلکہ روکنے والا ہی ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے، ایسی جگہ اس برائی کو دل سے برا سمجھتے ہوئے خود کو اس سے الگ کرلے، یہ سماج کے ہر شخص کی ذمہ داری ہے، اس سے کسی کو بھی فرار نہیں ہے، ورنہ اللہ کے یہاں پکڑ ہوگی، ہر باشعور شخص اتنی ہی کوشش کرے تو ان شاء اللہ مثبت اثرات مرتب ہوں گے، حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں برائی کو ختم کرنے کے لئے

---

(۱) ترمذی، باب فی القیامۃ، ابواب صفۃ القیامۃ الخ، رقم الحدیث: ۲٦١٦

انفرادی کوشش کی یہی تین صورتیں ذکر کی گئی ہیں؛ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" من رأى منكم منكرًا، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان (۱)

تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے"۔

شادی بیاہ میں لین دین کی رسومات

اسلام کی تعلیمات میں عزیز و اقرباء، پڑوسیوں، متعلقین اور دوست واحباب ؛ بلکہ عام مسلمانوں سے محبت اور تعلق قائم کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، اور اس محبت کو قائم کرنے کے لئے شریعت نے مختلف طریقے اور راستے بتائے ہیں کہ اگر یہ طریقہ اختیار کروگے تو آپس میں محبت اور تعلق کا واسطہ مضبوط ہو جائے گا، انہی طریقوں میں سے ایک دوسرے کو ہدیہ لینا اور دینا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے اور خود بھی عملاً ہدیہ قبول فرمایا اور ہدیہ دینے والے کو خواہ اس وقت یا دوسرے وقت "هل جزاء الإحسان الا الاحسان " کے قاعدے سے اس کا بدل بھی عطا فرمایا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية ويثيب عليها (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے"۔

---

(۱) مسلم، باب کون النہی عن المنکر الخ، کتاب الایمان، رقم الحدیث:۷۸

(۲) بخاری، کتاب الہبۃ وفضلہا الخ، باب المکافاۃ فی الہبۃ، رقم الحدیث:۲۵۸۵

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو دوسرے کا دل خوش کرے اور اس کے ساتھ اپنا قلبی تعلق ظاہر کرنے کے لئے دیا جائے اور اس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو، ہدیہ کے پہلو میں کئی فائدے اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، ان کو سمجھنا ضروری ہے، تا کہ ہدیہ اور رسمی لین دین کے درمیان واضح فرق معلوم ہو جائے۔

ہدیہ کا سب سے بڑا اور پہلا فائدہ یہ ہے کہ ہدیہ کے لینے دینے سے تعلقات اور رشتہ داریوں پر محبت اور خلوص کا رنگ غالب آجاتا ہے اور ماحول میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے، جو اس دنیا میں بڑی نعمت اور بہت سی آفتوں سے حفاظت، عافیت اور سکون کا ذریعہ ہے، جس کو ہدیہ دیا جائے اس کی حیثیت سے اس محبت کے نام الگ الگ ہو سکتے ہیں مثلاً ہدیہ اگر اپنے سے چھوٹے کو دیا جائے تو شفقت ہے، دوست کو دیا جائے تو محبت ہے، اپنے کسی بڑے کو دیا جائے تو اکرام ہے اور اگر کسی ضرورت مند کو دیا جائے تو صدقہ اور تعاون ہے۔

ہدیہ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آپسی معاملات اور تعلقات میں کوتاہی کی بناء پر انسانی رشتوں میں ایک دوسرے کے تعلق سے دلوں میں کینہ اور دوری پیدا ہو جاتی ہے، ہدیہ کا لین دین تجدید محبت کر کے دلوں کو صاف کر دیتا ہے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تهادوا فإن الهدية تذهب وحر الصدر، ولا تحقرن جارة لجارتها ولو شق فرسن شاة (۱)
آپس میں ہدیے اور تحفے لیا دیا کرو، ہدیہ سینوں کی کدورت اور رنجش کو دور کرتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیہ کے لئے بکری کے ایک کھر کے ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے"۔

ہدیہ اگر اخلاص کے ساتھ، سنت کے طریقے پر مذکورہ فائدوں کو پیش نظر رکھ کر دیا جائے تو اس کا ثواب صدقہ سے کم نہیں اور انشاء اللہ حدیث میں مذکور فائدے بھی حاصل

---

(۱) ترمذی، ابواب الولاء والھبۃ، باب فی حث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی التھادی، رقم الحدیث: ۲۱۳۰

ہونگے،آج کل رسم ورواج کے نام پر قوم وبرادری کے دباؤ میں جو رسمی لین دین کیا جاتا ہے وہ ہرگز ہدیہ نہیں ہے؛ بلکہ محبت تو دور کی بات ہے یہ لین دین بغض کو بڑھاتا اور آپسی تعلقات کوخراب کرتا ہے۔

ہدیہ ہم ذکر کر چکے ہیں محبت اور تعلق کی بنیاد پر دیا جاتا ہے اور جس کو دیا جاتا ہے اس کی جانب سے نہ مطالبہ ہوتا ہے اور نہ اشراف قلب اور نہ ہی موقع ورسم کی کوئی تعیین ہوتی ہے، ہدیہ دینے والا اپنی حیثیت کے مطابق تھوڑا یا زیادہ دیتا ہے، لینے والے کو اس سے دلی خوشی ہوتی ہے، نہ تو وہ اس ہدیہ کا کسی اور لین دین سے تقابل کرتا ہے اور نہ اس کی تشہیر ہوتی ہے، جو بھی مل جائے شکر کا ہی موقع ہوتا ہے،اس کے برخلاف شادی بیاہ کے موقع پر جو رسمی لین دین ہوتا ہے، لینے والا اپنے عزیز واقارب، متعلقین اور محلے میں ہونے والے لین دین سے مقابلہ کرتا ہے،اگر اس کو کم ملا ہے، تو دلوں میں دوریاں شروع ہوجاتی ہیں اور بسا اوقات مختلف زاویوں سے شکوہ شکایات شروع ہوجاتے ہیں، کبھی انتہائی ذلت کے ساتھ رشتہ ختم ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے، پھر یہ لین دین کی بات صرف گھر تک محدود نہیں رہتی، لین دین کے نام پر جو چیز آئی ہے، اس کو رشتہ داروں اور آس پڑوس والوں کے گھروں میں تھوڑا تھوڑا بھیجا جاتا ہے، تشہیر کی یہ مخصوص صورت ہے جو صلہ رحمی اور رشتہ داری نبھانے کے نام پر کی جاتی ہے، پھر ان پر تبصروں کا دور شروع ہوتا ہے اور رشتہ دار یا تو اس کی تعریف کرتے ہیں، تو تفاخر کی شکل پیدا ہوجاتی ہے، اور خدانخواستہ کبھی رشتہ داروں کی طرف سے منفی باتیں آنے لگتی ہیں کہ لڑکی والے تو حیثیت والے ہیں پھر اتنا کم کیوں دیا؟ یا رواج تو اتنے کا ہے انہوں نے اتنا کیوں دیا؟ لوگ ایسی باتوں کا اثر قبول کرتے ہیں اور رشتہ وتعلق میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، لڑکی والے ماحول اور رسم ورواج کے دباؤ میں لین دین میں اپنی پوری قوت صرف کر دیتے ہیں، آپ حضرات بھی ہماری تائید کریں گے، خدا گواہ ہے لین دین کی رسموں کو کرنے والے کبھی خوش طبعی سے نہیں کرتے ،صرف اپنی بیٹی کی خوشی اور قوم کے دباؤ میں ان کو جائز وناجائز طریقوں سے کما کر نبھانا ہی پڑتا ہے، اور لینے

والے خوشی خوشی لیتے ہیں کبھی دلوں میں خیال بھی نہیں آتا کہ کسی کو مجبور کر کے اس کے مال کو لینا کیسا ہے؟ اب زبان نبوت سے بھی سماعت فرمالیجئے کہ شریعت میں ایسے لین دین کی حیثیت کیا ہے؟ حضرت ابوحرہ الرقاشیؒ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ألا لاتظلموا ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه (۱)
خبردار کسی پر ظلم نہ کرنا، اچھی طرح سنو کسی دوسرے شخص کا مال اس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے"۔

رسمی لین دین کی مختلف شکلیں

رسم ورواج کے نام پر لین دین کی اتنی شکلیں رائج ہوگئی ہیں کہ ان سب کو شمار کرانا اور ہر ایک کو مستقل لکھ کر ان کی برائیوں کی نشاندہی کرنا اس چھوٹے رسالے میں مشکل ہے، یہاں چند معروف صورتوں کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

۱-منگنی کے موقع پر "حق" کے نام پر لڑکے کی طرف سے آنے والی عورتوں کو بڑی بڑی رقمیں دینا۔

۲-منگنی کے موقع پر لڑکے والوں کو جوڑے دینا۔

۳-پھلوں کی نئی فصل کے آمد کے موقع پر کئی کئی کوئنٹل پھل کے لین دین کی رسم، جس کو یہاں "ہرے بھرے کی رسم" کہا جاتا ہے۔

۴-سردی کا موسم میں انڈے، حلوہ اور مغزیات وغیرہ کا بڑی مقدار میں لین دین کی رسم۔

۵-رشتہ ہونے کے بعد جانبین سے آنے جانے والے بچوں کو پیسے دینے کو لازم اور ضروری سمجھنا۔

۶-اب دوستی کے نام پر نئی نئی باتیں شروع ہورہی ہیں، جو آگے چل کر رسم ورواج

---

(۱) مشکوۃ، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، رقم الحدیث: ۲۹۴۶

کا حصہ بن جائیں گی اور عام لوگوں کے لئے ان کا نبھانا مشکل ہو جائے گا مثلاً بیس پچیس دن پہلے سے دوستوں اور رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا آنا شروع ہو جاتا ہے اور شادی تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، گھر والوں کے علاوہ شادی کے موقع پر آنے جانے والے رشتہ دار بھی اس کھانے میں شریک ہوتے ہیں؛ اس لئے بسا اوقات کھانے والوں کی تعداد سو یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے، معاف کیجئے ماحول کچھ ایسا ہو جاتا ہے کہ یہ گھر شادی کا گھر نہ ہو؛ بلکہ میت کا گھر ہو اور دلجوئی کے لئے لوگ کھانا لے کر آ رہے ہوں۔ اسی طرح شادی میں دوستوں اور بعض رشتہ داروں کو جوڑے بنا کر دئے جاتے ہیں، بدلہ میں وہ لوگ بھی نوتہ میں بڑی رقمیں پیش کرتے ہیں۔

شریعت میں نکاح کو آسان بنانے کی ترغیب دی گئی ہے؛ تاکہ امت کی کوئی بیٹی بے نکاح گھر پر بیٹھی نہ رہ جائے اور اللہ کی زمین میں فساد برپا نہ ہو جائے؛ لیکن ہم لوگوں نے خودساختہ رسم ورواج سے آسان نکاح کو مشکل بنا دیا ہے، جس میں روپے پیسے کا ضیاع تو ہے ہی، غریب کی بیٹی بھی اپنے گھر بیٹھ گئی، ہم سب کو مل کر اس رسم ورواج کے نام پر لین دین کو ختم کرنا ہوگا اور نکاح کو آسان بنانا ہوگا تبھی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

سب سے بابرکت شادی

عام طور پر لوگوں کا خیال یہ ہیکہ شادی دھوم دھام سے ہونی چاہئے، اس لئے پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں اور تمام رسومات اور خرافات کرتے ہیں، مگر کبھی اس طرف خیال نہیں جاتا کہ آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟ شادی ایک لمحہ کا نام نہیں؛ بلکہ ایک طویل سلسلے کا نام ہے، جو زندگی کے آخری لمحے تک باقی رہتی ہے، اس مدت میں میاں بیوی کی خوشی، دونوں خاندانوں کے درمیان باہمی تعلقات، گھروں میں سکون وآرام، اولاد کی پیدائش اور ان کی تعلیم وتربیت وغیرہ اور اس جیسی بہت ساری باتیں شادی سے جڑی ہوئی ہیں، اگر نکاح بابرکت ہوگا تو یہ تمام مرحلے بھی آسان ہونگے، ورنہ ذلت زندگی کا حصہ بن جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اعظم النكاح بركة أيسره مؤنة (۱)
سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم مشقت (کم خرچ اور نہ تکلف) ہو"۔

شادی کے لئے لڑکا کیسا ہو؟

ہر باپ کی خواہش ہوتی ہے اپنی بیٹی کے لئے اچھے گھرانے کے لڑکے کا انتخاب کرے، اس سلسلے میں شریعت کی رہنمائی موجود ہے کہ دین دار لڑکے کا انتخاب کرنا چاہئے یہ حقیقت ہے اور مشاہدہ بھی لڑکا خواہ کتنا بھی امیر اور صاحب کمالات کیوں نہ ہو، دینداری کے بغیر حقوق کی ادائیگی نہیں ہوسکتی، بیوی اور بچوں اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق کے لئے اللہ تعالی نے حدود مقرر فرمائے ہیں دین دار آدمی ہی ان کی پاسداری کرسکتا ہے، جس تعلق میں حقوق کی پاسداری نہیں کی جاتی وہاں علیحدگی کی نوبت آجاتی ہے یا نبھانے کے نام پر زندگی بے رنگ ہوجاتی ہے۔

نکاح جن مصلحتوں کے واسطے مشروع ہوا ہے وہ زیادہ تر باہمی موافقت اور آپسی محبت پر موقوف ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ آپسی محبت میں جس قدر دین کو دخل ہے، اتنا کسی اور چیز کو نہیں، دین کے علاوہ کسی اور بنیاد پر قائم تعلقات دنیا میں بہت جلد ختم ہوجاتے ہیں، حتی کہ قیامت میں بھی باقی نہیں رہیں گے اور قرآن سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں دینی تعلقات باقی رہیں گے اور اللہ تعالی اسکے ذریعہ ایمان والوں کو نفع پہنچائیں گے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (۲)
اس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے"۔

---

(۱) مشکوۃ، کتاب النکاح، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۳۰۹۷
(۲) زخرف ۶۷

دین دار کی تعریف

لوگوں نے عام طور پر صرف روزہ، نماز کو دین سمجھ رکھا ہے، دین کے دوسرے شعبوں سے صرف نظر کرلی ہے؛ حالانکہ بنیادی طور پر دین کے پانچ شعبے ہیں: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، تہذیب اخلاق، شریعت کی نگاہ میں درحقیقت وہی شخص دین دار ہے جو ان پانچوں شعبوں کا پابند ہو(۱) اس کی مثال ایسی ہے کہ جو شخص متناسب الاعضاء ہو، اس کے جسم کا ہر حصہ بے عیب ہو، وہ حسن و جمال کے پیمانے پر خوبصورت کہلائے گا اگر اس کی صرف بینائی نہ ہو تو سب کچھ صحیح ہوتے ہوئے بھی وہ حسین کہلانے کا حق دار نہیں ہے، اب ہم اپنی موجوہ دینی صورتحال پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دین دار کی یہ حالت تو پڑھے لکھوں میں بھی نہیں پائی جاتی، عام طور پر معاشرت اور معاملات کے باب میں کوتاہی دیکھی جاتی ہے؛ اس لئے موجودہ زمانہ میں دین داری کے باب میں وسعت کی ضرورت ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے؛ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''اگر ہو تو حقیقی دین داری ہو جو بہت عنقاء ہے، پس اس صورت میں اگر اس میں وسعت کی جائے تو بہتر ہے''۔(۲)

اسی وسعت کے پیش نظر حضرت تھانویؒ کی الگ الگ تحریروں میں دیندار کے کچھ اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہاں تحریر کئے جاتے ہیں؛ تاکہ ان کی روشنی میں لڑکے کے انتخاب میں آسانی ہو:

۱- اسلامی عقائد میں پختہ ہو، ضروریات دین میں شک وشبہ نہ کرتا ہو اور دین سے متعلق باتوں کا مذاق نہ اڑاتا ہو۔

۲- صوم وصلاۃ کی فکر رکھتا ہو۔

۳- نرم مزاج ہو، طبیعت میں سختی نہ ہو۔

---

(۱) تجدید تعلیم ۲۲۷ (۲) ملفوظات اشرفیہ ۱۱۳

۴-اہل علم اور بزرگوں سے خوش عقیدہ ہو، اور ان کا ادب کرتا ہو۔

۵-کمانے کی قوت اور اس کا ذریعہ موجود ہو۔

۶-بقدر ضرورت مالی گنجائش ہو۔(۱)

جس لڑکے میں یہ اوصاف پائے جائیں تو اس کا انتخاب کرلیا جائے، امید ہے کہ ان کاموں کی پابندی کرنے والا جلد ہی ان شاء اللہ حقیقی دین دار بھی ہو جائے گا۔

شادی کے لئے لڑکی کیسی ہو؟

لوگ عموماً شادی کیلئے لڑکی کے انتخاب میں چار چیزیں پیش نظر رکھتے ہیں:

۱-مالدار عورت سے نکاح کرتے ہیں؛ تاکہ اس کے جہیز، مال اور ماں کی طرف سے ملنے والے ترکہ سے نفع اٹھا سکیں۔

۲-عورت کا حسب ونسب اور خاندانی خوبیاں دیکھ کر شادی کرتے ہیں؛ کیونکہ اونچے خاندان میں نکاح کرنا شرف وعزت کی بات سمجھی جاتی ہے۔

۳-عورت کے حسن و جمال کی وجہ سے انتخاب کرتے ہیں؛ کیونکہ فطرت انسانی خوبصورتی کی طرف مائل ہوتی ہے اور اکثر لوگوں پر فطرت کا غلبہ ہوتا ہے۔

۴-عورت کی دین داری دیکھتے ہیں، جو عورت پارسا، باعفت، عبادت گزار اور خدا کی نیک بندی ہوتی ہے اس سے نکاح کو ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ تفصیل موجود ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك (۲)

عورت سے چار مقاصد سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے خاندان کی

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: ملفوظات اشرفیہ ۱۱۳، اصلاح انقلاب ۲/۱۱۳

(۲) مشکوۃ، رقم الحدیث: ۳۰۸۲

خوبیوں کی وجہ سے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے، پس تم کوشش کرکے دیندار عورت حاصل کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، یعنی ناداری وغیرہ کی پرواہ مت کرو"۔

اس حدیث شریف میں دین دار عورت سے نکاح کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ رشتہ کے وقت مالداری، حسن وجمال اور خاندانی حسب ونسب کو بالکلیہ نظر انداز کردیا جائے، بلکہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ حسن وجمال اور حسب ونسب وغیر پر دین دار عورت کو ترجیح دی جائے حتی کہ دینداری کے ساتھ دوسرے اوصاف کل یا بعض جمع ہوجائیں تو نورٌ علی نور ہے۔

بعض لوگ مالداری اور ملنے والے مال پر نظر رکھتے ہوئے رشتے کا انتخاب کرتے ہیں، یہ بڑی بے غیرتی اور بے حمیتی کی بات ہے، تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مال کی بنیاد پر ہونے والے نکاح میں عورت اور اس کے اہل خانہ مرد کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے اور اس کو حقیر سمجھتے ہیں، بعض مرتبہ ایسی صورت بھی ہوتی ہے کہ نکاح کرنے والے لڑکے کی مال پر نظر تو نہیں ہوتی؛ لیکن والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ بہت سارا جہیز لانے والی لڑکی کو بیاہ کر لائیں، یہ احمقانہ خواہش ہے؛ اس لئے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتی ہے، اس سے ساس، خسر اور گھر کے دیگر افراد کو کیا واسطہ، دوسرے کے مال کا لالچ کرنا انتہائی درجہ کی بے غیرتی ہے۔(۱)

جہیز کی رسم

لڑکی والے اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر اپنی حیثیت کے مطابق رسم ورواج کی رعایت کے بغیر بلا کسی جبر ودباؤ کے محض اپنی خوشی سے ضروریات زندگی کا کچھ سامان دیں تو شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں (۲) لیکن لڑکے والوں کی طرف سے صراحۃً یا اشارۃً مطالبہ یا رسم ورواج کے دباؤ میں لڑکی والوں کا جہیز دینے پر مجبور ہونا، جیسا کہ آج کل عام رواج ہوگیا

(۱) کفایت المفتی ۵۳۱/۵ (۲) کتاب النوازل ۴۳۳/۸

ہے، یا شادی کے بعد جہیز کے حوالہ سے لڑکی کو پریشان کرنا، طعنہ دینا، کھلا ہوا جبر وظلم ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، تنظیم علماء اول دن سے ہی اس کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہی ہے، مسلمان کے لئے وہی مال حلال ہے جس کے ملنے کا انتظار نہ ہو اور اس پر نظر بھی نہ ہو، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عنایت فرمایا کرتے تھے، تو میں کہتا: جس کو زیادہ ضرورت ہو، اس کو دیجئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خذه إذا جائك من هذا المال شيء وأنت غير مشرف ولا سائل، فخذه وما لا فلا تتبعه نفسك (۱)

جو کچھ تمہارے پاس اشراف نفس اور مانگے بغیر آجائے، اسے لے لو اور جو تمہارے پاس نہیں آتا اسکے پیچھے مت پڑو"۔

منگنی میں ٹکہ دینے کی رسم

ٹکہ دینے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ منگنی میں لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ کی منظوری کے نام پر کپڑے کی ایک چھوٹی پوٹلی دی جاتی ہے، اس میں ہلدی، ناریل، کوئلہ گھاس کی چند پتیاں، سندور اور چند سکے ہوتے ہیں۔ ہندو قوم میں منگنی کے موقع پر لڑکے والوں کو دینا رشتے کے پکے ہونے کی ضمانت مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم عرض چکے ہیں کہ اس ملک میں غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط کی بناء پر کم علم اور بے عمل مسلمانوں میں بہت ساری رسومات در آئیں اور اس کے بعد نسلاً بعد نسل اس کا رواج ہو گیا۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کے درمیان علاقائی اور قومی اختلاف کی بنیاد پر ٹکہ کی الگ الگ صورتیں پائی جاتی ہیں، بعض علاقوں میں آج بھی وہی صورت ہے جو اوپر ذکر ہوئی اور ہمارے علاقہ میں اس کی ایک جدید شکل سامنے آئی ہے، ناریل، سوجی، سویاں، مٹھائی بڑی مقدار کے میں اور لڑکے والوں کے لئے کپڑے بھی دئے جاتے ہیں، یہ ایسی

(۱) بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من اعطاہ اللہ شیئاً من غیر مسألۃ الخ، رقم الحدیث: ۱۴۷۳

لازمی رسم ہے، اگر کوئی غریب منگنی کے موقع پر نہ دے سکے، تو بہرحال نکاح تک کسی موقع پر قوم کی ملامت کے خوف سے دینا ہی پڑتا ہے۔

اسلام کا مقصد برائیوں کو ختم کرنا اور جاہلیت کی رسم کو مٹانا ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ ہندوانہ رسومات ہمارے رگ وریشہ میں ایسے پیوست ہوگئی ہیں کہ اس کی قباحت، ہندوؤں کے ساتھ تشبّہ اور اس کا جاہلی ہونا ہمارے ذہنوں سے ہی نکل گیا ہے، پڑھے لکھے اور بے پڑھے لکھے اس حمام میں سبھی ننگے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلی کام کرنے والوں سے علیحدگی کا اعلان فرمایا ہے، حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لیس منا من ضرب الخدود، وشق الجیوب، ودعا بدعوی الجاھلیة (۱)

جو گالوں پر تھپڑ مارے اور گریبانوں کو پھاڑے اور جاہلیت کی طرح پکارے، وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

ان رسومات کے خاتمہ کیلئے سبھی کو قدم سے قدم ملا کر کوشش کرنی ہوگی، تبھی ہمارا معاشرہ اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے۔

منگنی کی حقیقت

منگنی کیا ہے؟ درحقیقت منگنی نکاح کا وعدہ ہے، جو زبان سے ہوا کرتا ہے، اگر یہ وعدہ تحریر کے ذریعہ یا قوم کے چند معزز افراد کے درمیان ہوجائے، تب بھی ضرورت پوری ہوسکتی ہے، اس کے ساتھ مٹھائی، ٹکہ، کپڑوں کا اہتمام، برادری کے لوگوں کا بڑا اجتماع اور اس موقع پر دعوت کا التزام سب غلط اور خلاف سنت ہے۔ عوام کا خیال ہے کہ یہ سب رسومات کرنے سے رشتہ پکا ہوجاتا ہے، ہمارا خیال اور تجربہ ہے کہ ان رسومات کے پیچھے مختلف نوعیّتوں کی شکایتیں پیدا ہوجاتی ہیں، محلّہ اور برادری کی دیگر منگنیوں میں لین دین

---

(۱) بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینھی من الویل الخ، رقم الحدیث: ۱۲۹۸

سے تقابل ہونے لگتا ہے، کمی زیادتی کی صورت میں رشتہ کے ختم کی نوبت آجاتی ہے یا لڑکی والا اپنی حیثیت سے اوپر قرض لے کر یا ناجائز طریقوں سے کما کر اس کو پورا کرنے میں لگ جاتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی منگنی نمونہ ہے

ہم نے عرض کیا کہ منگنی ایک وعدہ ہے، جو زبان سے ہونا چاہے، دور اول کے نکاح ہم سب کیلئے نمونہ ہیں، جو ان رسومات سے خالی ہونے کی بناء پر رحمت اور برکت کا ذریعہ ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح کیا، نہ اس میں منگنی کی رسم تھی، نہ مہندی اور نہ نشانی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ سلم کی مجلس میں خاموش آکر بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''مجھے خبر ہوگئی ہے کہ تم فاطمہ کا پیغام نکاح لے کر آئے ہو، مجھ سے جبرئیل علیہ السلام کہہ گئے ہیں کہ علی سے فاطمہ کا نکاح کر دیا جائے''۔(۱)

یہ منگنی امت کیلئے نمونہ ہے، جو ہر طرح کے رسومات سے پاک تھی، اس کی برکات کو امت نے اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے اور ان کی نسل میں قیامت تک دیکھے گی۔

شادی کی دعوت کے لئے بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونا

شادی بیاہ کے موقع پر عموماً کچھ صورت حال اس طرح ہو جاتی ہے کہ دولہا اپنے چند احباب کے ساتھ ایک ٹولی کی شکل میں دعوت ناموں کی تقسیم کرتا ہے، اس موقع پر ان نوجوانوں سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ بغیر اجازت لوگوں کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں، یہ غلط ہے، دوسروں کے گھروں میں جانے کا طریقہ، آداب اور اس کے پیچھے کے مصالح شریعت میں کیا ہیں؟ پہلے یہ جان لینا چاہئے، سورہ نور میں اس سلسلے میں تفصیلی احکام

---

(۱) دلائل النبوۃ ۱۶۰/۳

نازل فرمائے گئے ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتًا غَیْرَ بُیُوتِکُمْ حَتَّی تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَی أَهْلِهَا ذَلِکُمْ خَیْرٌ لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُونَ (۱)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت داخل نہ ہوں جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں بسنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے، امید ہے کہ تم خیال رکھوگے۔“

اس آیت میں اللہ تعالی نے دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع فرمایا اور تاکید فرمائی ہے کہ اندر جانے سے پہلے اجازت لے لو؛ لیکن افسوس ہے کہ قرآن کریم نے جس حکم اور اس کی صورتوں کو اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس کی تاکید فرمائی ہے، اُتنا ہی آج مسلمان اس سے غافل ہوگئے ہیں، دین دار لوگ بھی نہ اسے گناہ سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرنے کی فکر کرتے ہیں۔

اجازت لینے کی مصلحتیں

شریعت کا مزاج ہے کہ برائی کا سوت چشمہ بننے سے پہلے ہی بند کردیا جائے، اس وقت اس کا بند کرنا بھی آسان ہے، چشمہ بننے کے بعد وہ سیلاب کی صورت اختیار کرلے گا اور ہر خس وخاشاک کو بہالے جائے گا، بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے اور تانک جھانک کی ممانعت شریعت کی پیش بندی ہے، مندرجہ ذیل مصلحتوں کی بناء پر یہ قدم اٹھایا گیا ہے:

---

(۱) النور ۲۷

فحاشی کا انسداد

۱- بے حیائی اور فحاشی کے اسباب ومحرکات مختلف ہوسکتے ہیں؛لیکن اس کی ابتدائی اور بنیادی وجہ مرد وعورت کا اختلاط، بے روک ٹوک ملنا اور بے پردگی ہے اور جس معاشرے میں ایسی صورتحال نے جنم لیا وہاں فحاشی کی برائی ہی ذہن سے نکل گئی اور مسلم بچیوں کے ایسے واقعات سامنے آئے کہ ان کو بیان کرنے میں شرم آتی ہے۔

عصمت وعفت کی حفاظت

۲-عصمت وعفت اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے،جس کو یہ حاصل ہے وہ معاشرے میں باعزت اور عند اللہ مقبول ہے،شریعت نے اپنی تعلیمات میں اس کی حفاظت کے لئے مختلف طریقے سے حدبندی کی ہے۔

حقیقت ہے کہ زیر بحث عنوان ''عصمت وعفت کی حفاظت'' کلیدی حیثیت ہے، خدا نہ کرے، اگر کہیں آزادانہ گھروں میں آنے جانے کا رواج ہو جاے،تو گلی کوچوں کی برائیاں، گندی ذہنیت جواب تک دروازے سے باہر تھی، گھروں میں بسیرا کرلیں گی۔

تہمت سے حفاظت

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موقوفاً مروی ہے:

"اتقوا مواضع التهم (۱)

تہمت کی جگہوں سے بچو''۔

دوسروں کے گھروں میں آزادانہ بغیر اجازت آنا جانا جانبین کیلئے لوگوں کے دلوں میں تہمت کے دروازے کھول دیتا ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کے لئے بھی تہمت سے بچنے کا اہتمام فرمایا، ایک واقعہ حدیث میں اس طرح ہے، حضرت

---

(۱) کشف الخفا للعجلونی ۱/۴۴

صفیہؓ سے مروی ہے: ایک مرتبہ نبی علیہ السلام اعتکاف کی حالت میں تھے، میں رات کے وقت ملاقات کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی، کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد میں اٹھ کھڑی ہوئی، نبی علیہ السلام بھی مجھے چھوڑنے کے لئے میرے ساتھ آئے، میری رہائش اس وقت دار اسامہ بن زید میں تھی، اسی اثناء میں وہاں سے دو انصاری آدمی گزرے اور نبی علیہ السلام کو دیکھ کر انہوں نے اپنی رفتار تیز کردی، نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ٹھہرو، یہ صفیہ بنت حیی ہیں، ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول (کیا ہم آپ کے متعلق ذہن میں کوئی برا خیال لا سکتے ہیں؟) نبی علیہ السلام نے فرمایا:

”إن الشيطان يبلغ من الإنسان مبلغ الدم، وإنی خشيت أن يقذف فی قلوبكما شيئاً (۱)

شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ پیدا نہ کردے“۔

حضرت صفیہ بنت حیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، آپ نے اپنی بیوی سے ملنے میں بھی تہمت کو گوارا نہیں فرمایا اور اپنی عزت کی حفاظت کے لئے فوراً وضاحت فرمادی۔

بدنظری سے حفاظت

۴-اجازت لنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ غیر محرم عورت پر نظر نہ پڑے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (۲)

---

(۱) بخاری، باب ہل یخرج المعتکف الخ، کتاب الاعتکاف، رقم الحدیث ۲۰۳۵

(۲) النور ۳۰

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی
رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے
زیادہ صفائی کی بات ہے''۔

بدنظری گناہوں کا مبداء اور زنا کا نقطہ آغاز ہے، یہاں سے شروع ہوکر بات کہاں پہنچتی ہیں اہل عقل وخرد خوب سمجھتے ہیں، ہمت کرکے اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنے والوں کے لئے انعام کا وعدہ ہے، حدیث قدسی میں ہے:

"النظرة سهم مَسْمُوم من سِهَام إِبْلِيس من تَركهَا
من مخافتي أبدلته إِيمَانًا يجد حلاوته فِي قلبه (١)
نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو
اسے میرے خوف سے چھوڑے، تو میں اس کے عوض
ایسا ایمان عطا کروں گا، جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں
محسوس کرے گا''۔

شخصیت کی تعمیر

۵-ایک اہم مصلحت یہ بھی ہے کہ سنجیدگی اور شائستگی کے ساتھ کسی گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے سے میزبان کے دل میں اہمیت بڑھ جاتی ہے اور آنے والے کی بات قدرومنزلت کے ساتھ سنتا ہے اور اس کی ہر ممکن مدد کے لئے تیار ہوجاتا ہے، بغیر اجازت داخل ہونے سے شخصیت مجروح ہوجاتی ہے، گھر والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ آنے والا کسی توجہ کے لائق نہیں ہے۔

آنکھ پھوڑنے کا حکم

اس تفصیل سے یہ بات تو عقل میں آگئی کہ بغیر اجازت کسی کے گھر میں جانا شریعت

---

(۱) الترغیب والترہیب، کتاب النکاح وما یتعلق بہ، رقم الحدیث:۲۹۲۳

کی نگاہ میں گناہ اور بہت ہی گندی بات ہے، اب آگے سماعت فرمائیں کہ داخل ہونے سے پہلے کسی کے گھر میں تانک جھانک کرنا بھی شریعت کی نگاہ نظر میں ناقابل معافی جرم ہے، ایسی حرکت پر حدیث شریف میں آنکھ پھوڑنے کی بات آئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من اطلع فی بیت قوم بغیر إذنهم، فقد حل لهم أن یفقئوا عینه (۱)

جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت جھانکے تو اس (گھر والے) کے لئے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دے"۔

گھروں میں جانے سے پہلے دو کام

کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے کے حوالہ سے اسلام کا حکم جان لیا، اب اس کے آداب سماعت فرمائیں، کسی گھر میں جانے سے پہلے دو کام کرنے چاہیئے:

(۱) سب سے پہلے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لے، اجازت کے طریقے الگ الگ ہو سکتے ہیں مثلاً دروازے پر دستک دے کر، گھنٹی بجا کر، اس میں اتنا خیال رکھنا چاہیے کہ بار بار مسلسل دستک نہ دے، اس سے اہل خانہ کو تکلیف ہوتی ہے اور تشویش بھی، اس لئے ایک مرتبہ دستک دے کر کچھ دیر انتظار کریں کیونکہ وہ شخص ایسی حالت میں ہوسکتا ہے کہ فوراً جواب نہ دے سکے مثلاً نماز پڑھ رہا ہو، یا بیت الخلاء میں ہو، یا غسل کر رہا ہو۔ اگر اندر سے کوئی جواب نہ آئے تو دوبارہ دستک دے اور پھر بھی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ دستک دے، اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ آئے تو واپس لوٹ آنا چاہیئے، ممکن ہے کہ گھر والے کسی ایسی حالت یا کام میں ہوں کہ اس سے ملاقات مشکل ہو، مسلسل دستک دیتے رہنا اور وہیں جم کر کھڑے رہنا تکلیف دینا ہے اور اس سے بچنا واجب ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) مسلم، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، رقم الحدیث: ۲۱۵۸

"إذا استأذن أحدكم ثلاثا فلم يؤذن له فليرجع (۱)

جب کوئی آدمی تین مرتبہ اجازت لے اور کوئی جواب نہ آئے تو اس کو لوٹ جانا چاہیئے"۔

اگر اجازت نہ ملے تو واپس آجانا چاہئے، یہ واضح ہدایت اور ادب ہے کہ دوسروں کے گھروں میں کے لئے اجازت لینا ضروری ہے۔

(۲) اجازت ملنے کے بعد دوسرا کام گھر والوں کو سلام کرنا ہے۔

دروازے سے ہٹ کر کھڑے ہونا

دروازے پر دستک دینے کے بعد دروازے سے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے؛ تاکہ گھر والا دروازہ کھولے تو گھر کے اندر غیر محرم عورتوں پر نظر نہ پڑے، ایک مرتبہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے گھر آئے اور دستک دے کر دروازے کے سامنے کھڑے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی اور فرمایا:

"یا سعد! الاستئذان من النظر، إذا استأذنت فلا تستقبل الباب (۲)

اے سعد! اجازت لینے کا سبب نظر ہی ہے؛ لہذا جب بھی اجازت لو، دروازے کے سامنے مت کھڑے ہوا کرو"۔

مایوں بٹھانے کی رسم

مایوں بٹھانا شادی بیاہ کی ایک رسم ہے، جس میں شادی سے چند دن پہلے دلہن کو ابٹن وغیرہ مل کر اور زرد کپڑے پہنا کر گھر میں بٹھا دیتے ہیں اس کو عرف عام میں "مایوں بٹھانا" کہتے ہیں، علاقوں اور قوموں کے اختلاف سے اس کی رسومات ولوازمات میں کمی

---

(۱) بخاری، باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً، رقم الحدیث: ۶۲۴۵

(۲) ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الاستیذان، رقم الحدیث: ۵۱۷۴

بیٹھی ہوتی ہے اور یہ پوری رسم خرافات کا مجموعہ ہے، جیسے لڑکی کو گھر کے ایک کونے میں بند کر دیا جاتا ہے، اپنی ضروریات پیشاب پاخانہ میں دوسروں کی محتاج ہو جاتی ہے، کھانا پینا خود سے نہیں لے سکتی، یہ رسم غیر اسلامی اور جاہلی ہے، اللہ تعالی جاہلیت کے کام کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أبغض الناس إلى الله ثلاثة ملحد فی الحرم و مبتغ فی الإسلام سنة الجاهلية و مطلب دم امریء بغير حق ليهريق دمه (۱)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض (وہ لوگ جن سے اللہ سخت ناراض ہیں) تین ہیں(۱) حرم میں کجروی کرنے والا (۲) اسلام میں ایام جاہلیت کے طریقوں کو ڈھونڈھنے والا (۳) کسی مسلمان کے خون ناحق کا طلب گار؛ تاکہ اس کے خون کو بہائے"۔

مایوں کی رسم میں نماز (جو دین کا ستون ہے اور قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ تاکید اسی کی آئی ہے) بالکل ترک ہوجاتی ہے، حدیث شریف میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"بين العبد و بين الكفر ترك الصلاة (۲)

بندہ اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے"۔

ادھر چند سالوں میں مایوں کی رسم (جس کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا) مسلمانوں میں دوبارہ زندہ سے ہورہی ہے، اتنی خرافات کے ساتھ اس جاہلی رسم کو رواج دینا سمجھ داری کا کام نہیں ہے۔

---

(۱) مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم الحدیث:۱۴۲

(۲) ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی ردالارجاء، رقم الحدیث:۴۶۷۸

مہندی کی رسم

نکاح کے بعد صرف دعوت ولیمہ کرنا مسنون ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی ترغیب امت کو دی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر زرد رنگ کا نشان دیکھا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ میں نے ایک گٹھلی برابر سونے کے بدلے نکاح کر لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بارك الله لك أولم ولو بشاة (۱)

اللہ تعالیٰ تمہارے نکاح میں برکت دے، تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کا ہو"۔

دعوت ولیمہ نکاح کے شکرانہ کی دعوت ہے؛ اس لئے مدعو حضرات سے خطاب میں دعوت قبول کرنے کی تاکید کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" الوليمة حق وسنة فمن دعی فلم يجب، فقد عصى الله ورسوله (۲)

"ولیمہ حق اور سنت ہے، جس کو دعوت دی جائے اس کے دعوت قبول نہ کرنے میں اللہ ورسول کی نافرمانی ہے"۔

اس امت کے فقہاء اور علماء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

"وليمة العروس سنة، وفيها مثوبة عظيمة، وهی غذا بنی الرجل بامراته، ينبغی أن يدعو الجيران و الأقرباء و الأصدقاء.(۳)

---

(۱) مشکوۃ، رقم الحدیث: ۲۷۷

(۲) مجمع الزوائد، ۵۲/۴

(۳) فتاوی ہندیہ، ۳۴۲/۵

ولیمہ سنت ہے اور اس میں بڑا ثواب ہے،اور ولیمہ وہ کھانا ہے جو شوہر کے اپنی بیوی سے خلوت کے بعد تیار کیا جاتا ہے،اس میں عزیز واقارب، پڑوسیوں اور دوستوں کو دعوت دینا چاہئے''۔

دعوت ولیمہ کے علاوہ نکاح کے موقع پر رسول اللہﷺ اور صحابہ کرامؓ سے کوئی اور دعوت ثابت نہیں ہے۔آج کل ہماری بستی میں ''رسم مہندی'' کا اہتمام کیا جاتا ہے، وہ متعدد خرافات، احمقانہ اور جاہلانہ رسومات کا مجموعہ ہے۔مہندی کی رسم میں جو خرابیاں دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں، وہ اسلامی معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی فساد اور تباہی لانے والی ہیں، ادھر آ کر اس برائی نے اس قدر وسعت اختیار کر لی ہے کہ مستقل اس کے لئے بڑے پیمانے پر انتظامات کئے جاتے ہیں، مردوں وعورتوں کا اختلاط ہوتا ہے،اس کی آڑ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ذبح کیا جاتا ہے،فخر وریا کے نشے میں چور لوگوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم اپنے اس عمل سے کیسے معاشرے کو جنم دے رہے ہیں۔

ہلدی (ابٹن) کی رسم

اللہ تعالی نے عورت کی طبیعت میں زینت رکھی ہے،اس لئے شریعت اسلامیہ میں عورتوں کو زیب و زینت کے اسباب اختیار کرنے کی اجازت ہے،اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے زینت سے منع کر دیا گیا،مثلاً عورتوں کے ہاتھ پیروں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہندی کو پسند فرمایا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے اور مردوں کو اس سے منع کر دیا گیا؛ بلکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔(۱)

آج کل شادی بیاہ کے موقع پر دولہا اور دلہن کو ہلدی لگانے کا رواج ہو گیا ہے، شریعت کے مذکورہ کے اصول کے پیش نظر دلہن کو زینت کے لئے ہلدی لگانا، جس کو عرف عام میں ''ابٹن'' کہا جاتا ہے، درست ہے، دولہے کو تشبّہ اور اسباب زینت میں سے ہونے

(۱) بخاری شریف، کتاب اللباس، رقم الحدیث:۵۸۸۵

کی وجہ سے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مگر رسم ورواج اور زینت سے ہٹ کر محض بدن کی صفائی کے لئے دولہا خود یا کوئی دوسرا مرد ستر کے علاوہ بدن کے دیگر حصوں پر ہلدی لگادے، تو اس کی گنجائش ہے۔

آج کل شادی کے موقع پر ابٹن لگانا رسم کی شکل اختیار کر چکا ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے، اس کے لئے مستقل تقریب منعقد ہوتی ہے، دولہا اور دلہن دونوں جانب سے نوجوان لڑکیاں ایک دوسرے کے گھر ہلدی دینے یا لگانے کیلئے جاتی ہیں، یہ رسم بڑی بے حیائی اور بے شرمی والی ہے، ان والدین پر بھی سخت افسوس ہوتا ہے، جو اپنی نوجوان بیٹیوں کو اس طرح کی بے ہودہ اور بے حیاء پروگراموں میں شرکت کی اجازت دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحياء شعبة من الإيمان (۱)

حیاء اور غیرت ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے۔

مرد کو اللہ تعالی نے گھر کا حاکم اور نگراں بنایا ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ خود کو اور اپنے اہل وعیال کو گناہوں سے بچانے میں اپنی پوری جسمانی وفکری توانائی صرف کردے، معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ گھر کا مرد حاشیہ پر ہوگیا یا کر دیا گیا ہے، اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے گھروں میں روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے بے حیائی کی مختلف شکلیں وجود میں آرہی ہیں، یہ بے احتیاطی زندگی بھر کی نیک نامی پر بدنما داغ لگادیتی ہے۔

عورتوں کے لئے زرد رنگ کا کپڑا پہننا

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس ہلدی کے رسم کے موقع پر زرد رنگ کے کپڑے پہنے جاتے ہیں، شریعت میں عورتوں کے لئے ہر رنگ کے کپڑے پہنے کی اجازت ہے؛ لیکن مایوں اور ابٹن کی رسم کے موقع پر زرد رنگ کے کپڑے پہننا لازم اور ضروری سمجھنا یہ رسم

(۱) بخاری، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۱۱

ورواج کا حصہ اور جاہلیت کا طریقہ ہے، غیر مسلم قومیں اپنے مذہبی تہواروں اور ایسے موقعوں پر زرد رنگ کا لباس پہنتی ہیں، اسلام کی اپنی تہذیب ہے ہم سب کو اسی کو اپنانا چاہئے، اس لئے ایسے مواقع پر رسم ورواج اور ہندوانہ تہذیب ہونے کی وجہ سے ہماری خواتین کو زرد لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من تشبه بقوم فهو منهم (۱)
جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا، اس کا انجام انہیں کے ساتھ ہوگا"۔

مردوں کے لئے زرد لباس درست نہیں

اب تک عورتیں ہی ابٹن کے موقع پر زرد لباس زیب تن کرتی تھیں، لیکن خبر ہے کہ نوجوان لڑکے بھی اس تقریب میں یہ لباس پہننے لگے ہیں، خوب سمجھ لیجئے خالص زرد رنگ کا لباس اور زعفران سے رنگا ہوا لباس مردوں کے لئے پہننا درست نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

" رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ثوبين معصفرين، فقال: إن هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها (۲)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عصفر سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے، اس کو نہ پہنو"۔
حضرت علیؓ فرماتے ہیں:
" نهانى النبى صلى الله عليه وسلم عن لبس القسى والمعصفر (۳)

---

(۱) ابوداؤد کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۰۳۱
(۲) مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم الحدیث ۲۰۷۷
(۳) ترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ المعصفر للرجال، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۱۷۲۵

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قسی کے بنے ہوئے ریشمی اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا''۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عصفر اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کو استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی رنگ بعینہ عصفر یا زعفران کے رنگ جیسا ہو، مگر خود عصفر یا زعفران کا رنگ نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے''۔(۱)

زرد رنگ کے لباس کی ممانعت کی وجہ

''معصفر'' وہ کپڑا ہے جو ''عُصفر'' سے رنگا ہوا ہو، اس کا رنگ رنگنے کے بعد زرد ہو جاتا ہے(۲) اس رنگ کا لباس عام طور سے کاہن، جوگی اور سادھو پہنتے ہیں، ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کاہنوں کا لباس یہی رہا ہو، حدیث کے الفاظ " من ثیاب الکفار '' سے اسی طرف اشارہ ہوتا ہے، اسی تشبہ بالکفار کی وجہ سے اسے پہننے سے منع کیا گیا۔

شادی میں سہرا باندھنے کی رسم

سہرا باندھنا درحقیقت ہندوانی رسم ہے، ان کے اثر سے بعض بے علم اور بے عمل مسلمانوں میں یہ رسم آگئی اور باقی رہ گئی، یہ بات تفصیل سے آچکی ہے کہ شریعت نے سختی کے ساتھ دوسروں سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من تشبه بقوم فهو منهم (۳)

جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا، اس کا

---

(۱) احسن الفتاوی: ۶۲/۸

(۲) القاموس الوحید، مادہ: عصف

(۳) ابوداؤد کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۰۳۱

انجام انہیں کے ساتھ ہوگا''۔

غیر مسلم لوگ تاروں کا سہرا بناتے ہیں اور مسلمان پھولوں اور تاروں دونوں کا استعمال کرتے ہیں مگر رسم ہندوؤں کی ہی ہے؛ اس لیے قابل ترک ہے۔(۱)

مروجہ نوتہ کی رسم

نوتہ کیا ہے اور اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں غریب کے یہاں شادی کے موقع پر اس کے دوستوں اور عزیزوں نے امداد کے طور پر کچھ روپے جمع کر کے دئے ہوں گے، بعد میں یہ سلسلہ چل پڑا؛ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے مزاج میں سادگی تھی، کم خرچ میں شادی کرلیا کرتے تھے، نہ دینے والے پر گراں گزرا اور نہ لینے والے پر بار ہوا، دینے والا تورع اور احسان کے طور پر دیتا تھا، اس کے بدل کا خواہش مند نہیں ہوتا تھا، اگر چہ لینے والا بعد میں کسی موقع پر دینے والے کی ضرورت کے وقت کمی بیشی کا لحاظ کئے بغیر بشرط گنجائش مدد کردیتا تھا؛ اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا:

"هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (۲)

اچھائی کا بدلہ سوائے اچھائی کے کیا ہے''؟

نوتہ کی شرعی حیثیت

اس زمانہ میں غریبوں کے لئے تعاون کی یہ شکل بہت اہم تھی اور واقعی نہایت مفید تھی، اب نوتہ کی حیثیت بدل گئی ہے، دینے والا اس نیت سے دیتا ہے کہ لینے والا ہمارے وقت میں واپس دے گا اور اضافہ کر کے دے گا، تو اب نوتہ کی حیثیت قرض کی ہوگئی ہے، ورنہ ہدیہ دینے والے کو اس پر نظر رکھنا کہ اس کا بدل ملے گا، انتہائی بری حرکت ہے؛ البتہ لینے والے کے لئے اخلاقی تعلیم یہ ہے کہ جب بھی اس کو موقع ملے، تو اس کی مکافات

---

(۱) کفایت المفتی، مروجہ رسوم ۲/۱۲۲ (۲) رحمٰن ۶۰

کرے، یہی سنت نبوی ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

" کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية ويثيب عليها (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جو شخص آپ کو کوئی ہدیہ پیش کرتا، تو موقع پر آپ بھی کوئی ہدیہ دیا کرتے تھے"۔

اس مروجہ نوتہ میں عام طور سے دینے والا انتظار کرتا ہے، اور واپس کرنے والا اضافہ کرکے دیتا ہے: مثلاً پانچ سو روپے کی جگہ ہزار روپے اور ایک سوٹ کی جگہ دو سوٹ، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اس کو سود کی ایک شکل شمار فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے:

" وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ ()

اور جو تم سود دیتے ہو؛ تاکہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہوکر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں"۔

مروجہ نوتہ کی خرابیاں

اس آیت میں ہدایت دی گئی ہے کہ اہل قرابت کا جو حق ادا کرنے کا حکم اس سے پہلے والی آیت میں دیا گیا ہے، ان کو یہ حق اس طرح دیا جائے کہ نہ ان پر احسان کیا جائے اور نہ کسی بدل پر نظر رکھی جائے اور جس نے بدل کی نیت سے دیا کہ ان کا مال دوسرے عزیز رشتہ دار کے مال میں شامل ہونے کے بعد کچھ زیادتی لے کر واپس آئے گا تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی ثواب نہیں، قرآن کریم نے اس زیادتی کو لفظ "ربا" سے تعبیر کرکے اس کی قباحت کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ صورت سود کی سی ہوگئی۔ (۳)

نوتہ کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ نوتہ لینے والا بہت سارے لوگوں کا مقروض ہوجاتا

(۱) بخاری، کتاب الہبۃ وفضلہا، باب المکافاۃ، رقم الحدیث: ۲۵۸۵

(۲) سورۃ الروم ۳۹

(۳) معارف القرآن ۶/۷۵۰

ہے اور (اللہ نہ کرے) اس قرض کی ادائیگی سے پہلے انتقال کر جاتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی، حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد موجود ہے، آپ نے فرمایا:

”نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه (۱)

مقروض جنت میں نہ جائے گا، تاوقتیکہ اہل حق کا حق نہ ادا کر دے“۔

اس رسمی نوتہ کے یہ نتائج سننے کے بعد امید ہے کہ کوئی مسلمان جرات نہیں کرے گا کہ نوتہ کے رسم ورواج کو باقی رکھے؛ البتہ کسی رشتہ دار یا دوست کو احسان وتورع کے طور پر کچھ دینا ہو اور رسم ورواج کی پابندی اور لوگوں کے ملامت کے خوف سے نہ دے، محض اپنی خوشی اور تعاون کیلئے دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ایسی صورت میں لینے والے شخص کو بھی چاہیئے کہ احسان کے بدلہ احسان کے ضابطے سے دینے والے کی ضرورت کے وقت کمی بیشی کا لحاظ کے بغیر اعانت کر دے۔

شادی میں ڈی جے اور ناچ گانا

برائیوں اور منکرات کی تعداد بہت ہے، انسانی زندگی کے ہر شعبے میں برائیوں کی لمبی فہرست ہے؛ لیکن ان میں چند بہت ہی گندے، فحش اور پورے معاشرے کو بے حیا و بے غیرت بنانے والے اور اس امت کی نئی نسلوں کو تباہ کرنے والے ہیں، انہی برائی کے واسطے سے شیطان اچھے دیندار لوگوں میں بھی شگاف ڈال دیتا ہے، وہ برائیاں اللہ کے نزدیک اتنی ناپسندیدہ ہیں کہ دنیا میں اسلام کی آمد کا مقصد ہی ان کا خاتمہ بتایا گیا ہے، گویا معاشرے کو ان سے پاک کرنا اسلام کا اولین نصب العین ہے، ان میں سرفہرست گانا بجانا ہے۔

(۱) سنن ابن ماجہ، باب التشدید فی الدین، رقم الحدیث: ۲۴۱۳

بعثت نبوی کا اہم مقصد گانا ختم کرنا ہے

موجودہ دور میں گانے بجانے کی اتنی شکلیں اور مواقع میسر ہیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے، کچھ اتنے عام، سہل اور مروج ہوگئے ہیں کہ دیندار لوگوں کے ذہن سے بھی گانے کی قباحت نکل چکی ہے، مثلاً آج ہر شخص کی جیب میں موبائل ہے جو اس برائی کا خزانہ ہے، معاشرے کے سنجیدہ لوگ بھی گلی، کوچوں اور چوراہوں پر بیٹھ کر گانے سنتے رہتے ہیں اور یہ ان کی زندگی کے معمولات میں شامل ہوگیا ہے، شادی بیاہ کے موقع پر ڈی جے بجائے جاتے ہیں، اگر صاحب خانہ پرہیز بھی کرے، تو دوست واحباب ضد کر کے نظم کر لیتے ہیں اور ایک بے بنیاد دلیل انہوں نے تراش لی ہے کہ ’’شادی کی خوشی زندگی میں ایک مرتبہ آتی ہے‘‘ اب صورتحال اس سے بھی بہت آگے جا چکی ہے کہ ہمارے ملک کے قومی ایام کے موقع پر اظہارِ خوشی کے لئے سڑکوں پر ڈی جے بجنے لگے ہیں، تعجب ہے کہ اس کا انتظام کرنے والے وہ سیاسی وسماجی شخصیات ہوتی ہیں جن کے کاندھوں پر قوم کی دنیاوی رہنمائی کی ذمہ داری ہے، ان سب سے میری درخواست ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سماعت فرمالیں، ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’إن الله تعالى بعثنى رحمة للعالمين وهدى للعالمين وأمرنى ربى عز وجل بمحق المعازف والمزامير والأوثان والصلب وأمر الجاهلية (۱)

اللہ تعالی نے مجھے تمام جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے تمام جہاں کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا ہے، اور میرے رب نے مجھے باجوں اور مزامیر کو مٹانے، بت، صلیب اور تمام رسومات جاہلیہ کو مٹانے کیلئے بھیجا ہے‘‘۔

(۱) مشکوۃ، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربہا، رقم الحدیث: ۳۶۵۴

امت کو بھٹکانے والے لوگ

غور کرنے کی بات ہے کہ جس چیز کو مٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اسی کو لوگ ترقی اور رونق دے رہے ہیں، اس گناہ کا کیا ٹھکانا ہوگا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ حدیث شریف بتاتی ہے کہ ڈھول، نقارہ، تاشہ، تبلہ، سارنگی ستار، مزامیر، شہنائی، بانسری اور ان سب کی جدید شکل ڈی جے وغیرہ شریعت میں حرام ہیں، قدیم زمانہ سے یہ باطل پرست فساق وفجار کی عادات وعلامات چلی آرہی ہیں، ڈی جے اور ناچ گانے کا انتظام کرنے والے اس بات کو بھی خوب سمجھ لیں کہ وہ لوگ اپنے اس عمل سے بعثت نبوی کے مقصد کی مخالفت تو کر ہی رہے ہیں، ساتھ میں امت کے ایک بڑے طبقے کو اللہ کے راستہ سے بھٹکانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، اور یہ بات اور اس کا انجام خود کلام الٰہی میں موجود ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (۱)

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں؛ تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے بھٹکائیں، اور اس کا مذاق اڑائیں، ان لوگوں کو وہ عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا“۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور صحابہؓ کی بڑی تعداد کے نزدیک آیت میں ”لهو الحديث“ سے مراد گانا اور اسکے آلات ہیں۔(۲)

گانے کی دنیاوی سزا

درحقیقت اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے گانا بجانا، اس کے انتظام میں دلچسپی لینے

(۱) لقمان ۶　　(۲) تفسیر بغوی ۳/۴۹

والے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد میں رکاوٹ اور امت کو برائی کے راستے پر لے جانے والے ہیں، ظاہر ہے کہ گناہ کے پیچھے مقاصد بڑے ہیں تو سزا بھی بڑی ہوگی؛ اس لئے اللہ تعالی کا اعلان ہے کہ ہم ان کو ذلیل کرنے والا عذاب دینگے، اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ ذلت والا معاملہ آخرت میں تو طے ہے، اس کی تمام تر جزئیات عالم الغیب والشہادہ اللہ تعالی کے علم میں ہے، قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ بعض گناہوں کی سزا انسان کو دنیا میں بھی ملتی ہے، گانے بجانے کا گناہ بھی اسی میں شامل ہے؛ چنانچہ اس کی دنیاوی سزا بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یمسخ قوم من أمتی فی آخر الزمان قردة وخنازیر، قیل: یا رسول الله، ویشهدون أن لا إله إلا الله، وأنك رسول الله، ویصومون؟ قال: نعم، قیل: فما بالهم یا رسول الله؟ قال: یتخذون المعازف والقینات والدفوف، ویشربون الأشربة، فباتوا علی شربهم ولهوهم، فأصبحوا قد مسخوا قردة وخنازیر (۱)

میری امت میں ایک قوم کے لوگ آخر زمانہ میں مسخ ہوکر سور بندر ہو جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یہ سب مسلمان ہوں گے، خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کے شاہد ہوں گے اور روزہ بھی رکھتے ہوں گے؟ حضور نے فرمایا: ہاں! صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ رسول اللہ نے فرمایا: وہ آلات لہو یعنی باجا وغیرہ بجائیں گے اور گانے سنیں گے اور شراب پییں گے تو مسخ کردے جائیں گے"۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۱۹۹/۲۳

امت میں گانے کو حلال کرنے والے ہوں گے

ہم عرض کر چکے ہیں کہ لوگ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے بے سرو پیر کی دلیلیں تراش لیتے ہیں؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حرام چیزوں کو الگ الگ طریقوں سے حلال اور جائز کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہی حال گانا بجانے کا ہے کہ یکبارگی خوشی کے نام پر اس کا جواز گڑھا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے اس کی خبر دے دی تھی، آپ نے فرمایا:

" لیکونن من أمتی أقوام یستحلون الخز والحریر والخمر والمعازف (۱)
میری امت ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو ریشم، شراب گانا اور موسیقی کو حلال کریں گے"۔

گانا گناہ کا داعیہ پیدا کرتا ہے

گانے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو بری صفات اور خواہشات دل میں ہوتی ہیں، گانے بجانے سے ان کا مزید زور ہو جاتا ہے، گناہ کرنے کا داعیہ قوی ہو جاتا ہے، برائیوں کی نت نئی شکلیں سوجھنے لگتی ہیں، یہ سب اتنا غیر محسوس اور تیزی سے ہوتا ہے جیسے پانی کھیتی اگا دیتا ہے، انسان کو اس تبدیلی کا احساس بھی نہیں ہو پاتا، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" الغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع (۲)
گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے"۔

گانے کی آواز کا کانوں میں پڑنا ہی دل میں گناہوں کا داعیہ پیدا کر دیتا ہے، اس

---

(۱) مشکوۃ، باب البکاء والخوف، الفصل الاول، رقم الحدیث: ۵۳۴۳

(۲) مشکوۃ، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۴۸۱۰

لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام گانے کی آواز کانوں میں پڑنے نہیں دیتے تھے، کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے، حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا، انہوں نے گانے کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستے سے ہٹ کر دوسری طرف چلنے لگے ، کچھ دور چلنے کے بعد فرمایا: اے نافع! کیا تجھے کچھ سنائی دے رہا ہے؟ میں نے کہا، نہیں، تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کان کھول دئے اور فرمایا:

"كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع صوت مثل هذا فصنع مثل ما صنعت (۱)

ایک مرتبہ میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ تھا، تو آپ نے اسی طرح گانے کی آواز سنی اور آپ نے ایسا ہی کیا جیسے میں نے کیا"۔

عورتوں سے گانا سننا

اس ترقی یافتہ دور میں ناچ گانے نے نئے نئے روپ لے لئے ہیں، پرانے طریقوں سے لوگوں کی نفسانی خواہشات کو تسکین نہیں ہوتی، براہ راست گانا گانے والوں اور گانا گانے والی عورتوں سے گانا سننے اور اس پر تھرکتی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے کا شوق پروان چڑھ رہا ہے، اس کے لئے لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں، سرمایہ داروں کو اللہ ورسول سے کوئی مطلب نہیں، لوگوں کے درمیان بڑا کہلانے کیلئے یہ بے عقلی کے کام کئے جاتے ہیں، جو خرابیاں پیچھے شمار کرائی گئی ہیں، وہ گناہ تو اپنی جگہ، اس میں مزید معصیتوں کا اضافہ ہو گیا ہے، پہلے تو گانا سننے پر صرف کانوں کا زنا ہوتا تھا اور اس پر اتنی ساری وعیدیں تھیں، جن کا ذکر ہم کر چکے، اب نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں یہ آنکھ کا زنا ہے، اس کے بولنے اور گانے کو سنتے ہیں یہ کان کا زنا ہے، ان سے باتیں کرتے ہیں یہ زبان کا زنا ہے، ان کی طرف دل

(۱) ابوداؤد، باب کراہیۃ الغناء، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۴۹۲۴

میں رغبت ہوتی ہے یہ دل کا زنا ہے، جو زیادہ بے حیاء ہیں ان کو ہاتھ بھی لگاتے ہیں یہ ہاتھ کا زنا ہے، حدیث شریف میں ہے:

"فالعينان زناهما النظر والأذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الكلام واليد زناها البطش والرجل زناها الخطا والقلب يهوى ويتمنى ويصدق ذلك الفرج ويكذبه (۱)

آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا شہوت انگیز باتیں سننا ہے، زبان کا زنا باتیں کرنا ہے، ہاتھوں کا زنا چھونا ہے، پاؤں کا زنا جانا ہے، دل خواہش و آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق و تکذیب کرتی ہے"۔

بے حیائی کا انجام

بے حیائی اتنی عام ہو چکی ہے کہ اپنی ماں، بیٹی اور بہن کے ہی سامنے غیر محرم عورتوں سے اپنی آنکھیں سیکتے ہیں، ٹھمکوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، ان کو یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ خدانخواستہ ان کی بیوی، بہن بیٹی کل ناچ گانے میں پڑ جائے تو کس منہ سے ان کو منع کریں گے، اس کھلم کھلا بے حیائی پر احادیث شریفہ میں دنیاوی عذاب کے حوالہ سے بہت سخت وعیدیں آئی ہیں کہ جن کو سن کر دل لرز جاتا ہے، ایک حدیث شریف میں ہے:

"لم تظهر الفاحشة فى قوم قط حتى يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التى لم تكن مضت فى أسلافهم الذين مضوا (۲)

جب کسی قوم میں بے حیائی و فحاشی اتنی پھیل جائے کہ لوگ کھلم کھلا کرنے لگیں تو ضرور ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل پڑتی ہیں

---

(۱) مشکوۃ، باب الایمان بالقدر، الفصل الاول، رقم الحدیث: ۸۶

(۲) الترغیب والترہیب ۲/۳۵۷، رقم الحدیث: ۲۷۱۵

جوان کے بزرگوں میں (یعنی پہلے) کبھی نہیں ہوئی ہے“۔

ہم اپنی قوم کے نوجوانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ چند لمحوں کے بے لذت گناہ کی خاطر اپنی دنیا وآخرت کو تباہ نہ کریں، اس امت کے بچوں کا بھی خیال کریں کہ جن کے ہاتھوں میں امت کی ذمہ داری آنے والی ہے، ان کے ذہنوں کو گندہ نہ کریں، اپنے گھر کی خواتین کو پاکیزہ ہی رہنے دیں، اپنے عمل سے ان میں آزادی اور بے حیائی کو فروغ نہ دیں۔

ڈی جے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے

ڈی جے گانے بجانے کی نئی شکل ہے جو چند سال قبل وجود میں آئی ہے، معلوت رکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ ڈی جے ایک انتہائی طاقت ور مشین ہے، اس کی آواز کی دھمک سے در و دیوار کانپ اٹھتے ہیں، اس کے ارد گرد موجود لوگ اپنے رگ وریشہ میں خوب محسوس کرتے ہیں، لوگوں کے کان کچھ دیر کے لیے سن ہوجاتے ہیں، براہ راست دل ودماغ متاثر ہوتا ہے، آدمی خود بخود اس کی دھن پر تھرکنے لگتا ہے، ڈاکٹروں کے مطابق اس کی تیز آواز کی گھن گرج امراض قلب کے مریضوں کے لیے بہت نقصاندہ ہے، بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس سے موت بھی واقع ہوجاتی ہے، اللہ کے بندوں کی نیندیں خراب ہوتی ہیں، دوسروں کو تکلیف دینا ایک مسلمان کے لئے ہرگز مناسب نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی نوعیت سے تکلیف دینے والے کے اسلام کی نفی کی ہے، روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

” المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (۱)

کامل مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں“۔

---

(۱) بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون الخ، رقم الحدیث:۱۰

آتش بازی کی رسم

شادی بیاہ کے موقع پر نوجوانوں میں خوشی کے اظہار کا جنون سوار ہوتا ہے، آپ نے اس تحریر میں خوشی اور تفاخر کے اظہار کے طریقے ملاحظہ فرمالئے ہیں جو رسم ورواج کے نام سے مسلمانوں کے درمیان رائج ہیں، نوجوانوں کے ذہن میں آتش بازی خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے، اس بیہودہ کام میں ہزاروں روپے برباد کردیتے ہیں، نوجوانوں کو اس کے دوسرے پہلو کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان کی ایک شرارت کتنی برائیوں اور گناہوں سے مل کر بنی ہے:

آتش بازی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

ا- پہلی خرابی یہ ہے کہ جو سرمایہ ایک گھر کے مختلف لوگوں نے رات دن محنت کر کے کمایا اور جمع کیا تھا وہ محض چند سیکنڈ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے، آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالی نے روپے پیسے کو سرمایہ حیات قرار دیا ہے، شریعت نے اس کی حفاظت کی تاکید کی ہے، اگر آپ حضرات آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ جن لوگوں نے روپے پیسے کو ضائع کیا ان میں کتنی دینی ودنیاوی خرابیاں پیدا ہوگئیں، دوسروں کے دست نگر ہوگئے فقروفاقہ کی نوبت آجاتی ہے، اللہ نہ کرے بعض اوقات اپنے دین کی حفاظت مشکل ہوجاتی ہے، آتش بازی میں صرف اور صرف فضول خرچی ہے دینی یا دنیاوی کوئی نفع نہیں ہے، اللہ تعالی نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا ہے یہاں ہم سب کے لئے دعوت غوروفکر ہے کہ شیطان کا آخری انجام جہنم ہے تو اس کے بھائی کا انجام کیا ہوگا؟ قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

”وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا، إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا (۱)

---

(۱) اسراء ۲۶، ۲۷

اور اپنے مال کو بیہودہ کاموں میں نہ اڑاؤ، یقین جانو کہ جو لوگ بیہودہ
کاموں میں مال اڑاتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان
اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے''۔

آتش بازی میں جان مال کا نقصان ہوتا ہے

۲- دوسری برائی یہ ہے کہ لوگوں نے آتش بازی کو ایک تفریح کا سامان سمجھ لیا ہے اس کی زوردار آواز اور آسمان میں بکھرتے مختلف رنگوں سے دلی خوشی محسوس کرتے ہیں؛ حالانکہ مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آتش بازی سے خوفناک واقعات بھی پیش آجاتے ہیں مثلاً آتش بازی کرنے والے کے ہاتھ پیر اور کپڑوں وغیرہ میں آگ لگ جاتی ہے، کبھی پٹاخوں کا غلط رخ ہونے کی وجہ سے مکان اور دکان آگ میں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں، بچے اکثر اس کی چپیٹ میں آتے رہتے ہیں، یہ واقعات کبھی صرف مال کے نقصان پر رک جاتے ہیں اور کبھی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں، نوجوانوں کو اِدھر بھی غور کرنا چاہیئے کہ ہر علاقے میں اعضائے رئیسہ خصوصاً امراض قلب کے مریض پائے جاتے ہیں آتش بازی کا دھماکہ طبی لحاظ سے نہایت نقصان دہ ہے، سوتے ہوئے بچے اچھل کر اٹھ بیٹھتے ہیں؛ حالانکہ قرآن وحدیث میں ایسے کاموں سے منع کیا گیا ہے جس میں اپنی یا دوسروں کی جان اور مال کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے

" وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۱)

اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو اور بے
شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

اس آیت شریفہ میں انسان کو خود اپنی ذات سے متعلق متنبہ کیا گیا اور حفاظت کا حکم دیا گیا ہے دوسرے لوگوں کی جان اور مال سے متعلق احادیث شریفہ کے ذخیرے میں

(۱) بقرہ ۱۹۵

بے شمار ارشادات موجود ہیں، مثلا ایک روایت میں مومن کی جان ومال کی حرمت کو کعبہ کی حرمت سے افضل بتایا گیا ہے(۱) ان تمام احادیث کو اس مختصر تحریر میں پیش کرنا مشکل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" لا يشير أحدكم إلى أخيه بالسلاح، فإنه لا يدري أحدكم لعل الشيطان ينزع في يده فيقع في حفرة من النار(۲)
تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگادے (اور وہ قتل ناحق کے نتیجے میں) جہنم میں جا گرے"۔

آتش بازی میں آلہ علم کی بے ادبی ہے

۳-تیسرا گناہ یہ ہے کہ آتش بازی میں آلہ علم کی بے ادبی بھی ہے، عام طور پر لوگوں کا ذہن اس طرف نہیں جاتا، آتش بازی کا سامان کاغذ سے تیار کیا جاتا ہے، کاغذ اور اس پر لکھے ہوئے حروف خواہ کسی بھی زبان کے ہوں، آلہ علم ہونے کی وجہ سے ادب کی چیز ہیں، اس طرح کے کاموں میں ان کا استعمال کرنا منع ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ ان کاغذوں پر قرآن کریم کی آیتیں احادیث اور انبیاء کے نام لکھے ہوتے ہیں، آپ غور تو کرو کہ ان کے ساتھ اس سے بے ادبی کرنے کا کتنا بڑا گناہ ہوگا؟۔

انتقال کے بعد مہر معاف کرانا

مہر عورت کا حق ہے، فقہ کی کتابوں میں اس کے مستقل مسائل ہیں اس مختصر رسالہ ہیں اس کی گنجائش نہیں ہے، شوہر پر مہر کی ادائیگی واجب ہے، دیگر حقوق واجبہ کی طرح اس

(۱) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن ومالہ، رقم الحدیث ۳۹۳۲

(۲) مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب النہی عن الإشارة بالسلاح، رقم الحدیث ۲۶۱۷

کو بھی خوش دلی کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔(۱)

بیوی مہر کی مالک ہوتی ہے، شادی کے بعد باہمی رضامندی سے مہر میں کمی زیادتی کرنا یا بیوی اپنی خوشی سے پورے یا تھوڑے مہر کو معاف کر سکتی ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت کسی دباؤ کے بغیر اپنے اختیار اور رضامندی سے مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کر دے یا لینے کے بعد واپس کر دے تو یہ صورت درست ہے۔(۲)

شوہر نے اپنی زندگی میں مہر ادا نہیں کیا تھا تو انتقال کے بعد شوہر کے ترکہ سے مہر ادا کرنا ضروری ہے، لیکن بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد مہر معاف کرنے لئے بیوی پر دباؤ ڈالا جاتا ہے، ایسی صورت میں رشتہ داروں کا بیوی کو مہر معاف کرنے پر مجبور کرنا اور شرم وحیاء اور دباؤ کی وجہ سے عورت کا مہر معاف کر دینا شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس طرح مہر معاف نہیں ہوں گے اور شوہر کے ترکہ سے مہر ادا کئے جائیں گے۔

ایک صورت یہ بھی بارہا دیکھنے میں آتی ہے کہ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کے پاس کھڑے ہو کر مہر معاف کراتا ہے اور میت کا باپ یا بھائی وغیرہ میت کی طرف سے مہر معاف کر دیتا ہے، لوگوں کا عام خیال ہے کہ ایسا کرنے سے مہر معاف ہو جاتے ہیں، یہ غلط اور جہالت ہے، عورت انتقال کے بعد شریعت کے کسی حکم کی مکلّف نہیں رہی اور کسی طرح کے تصرف کی اہل نہیں رہی، تو مہر کیسے معاف ہو سکتے ہیں؟ اور میت کے باپ بھائی مہر کے مالک نہیں ہیں تو ان کو معاف کرنے کا اختیار بھی نہیں ہیں، لہذا اب مہر کی رقم عورت کے دیگر مال کی طرح ترکہ بن گئی، جو شرعی ورثاء کے درمیان اصول و ضابطے کے مطابق تقسیم ہوگی۔(۳)

---

(۱) النساء۴ (۲) شامی، کتاب النکاح، باب المہر ۲۴۸/۴ (۳) کفایت المفتی ۴۰۰/۷

اہل ثروت حضرات کی خدمت میں خصوصی درخواست

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام المؤقعین میں ایک جگہ اچھے اور برے معاشرے کی تشکیل کا اہم ذمہ دار مالداروں کو بھی بتایا ہے، درحقیقت غریب اور نادار لوگ تو اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری کرتے کرتے اپنی ذات فناء کر دیتے ہیں، روپے پیسے اور اسباب کی کمی کی وجہ سے کسی نئی رسم کو پیدا کرنے یا بڑھاوا دینے کی نہ توان میں ہمت ہوتی ہے اور سابق نمونہ کے بغیر نہ ہی اس کی نئی نئی شکلیں ان کے ذہن میں آتی ہیں، اللہ تعالی نے جن لوگوں کو مالی فراوانی اور اسباب ووسائل سے نوازا ہے، ان کے گھروں کی تقریبات، ان کی رسومات، ان کے پیسے خرچ کرنے کے طریقے، ان کی شادی بیاہ میں نت نئے طریقے اور ان میں بے حیائی، شروع میں یہ سب معمولی چیزیں ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ کچھ دن کے بعد رسم ورواج اور لوگوں کے لئے نمونہ ہو جاتے ہیں، سماج کے نچلے طبقہ کے لوگ انہی بیہودہ طریقوں کو عزت کا ذریعہ سمجھنے لگتے ہیں اور اپنی شادی بیاہ اور تقریبات میں ان کی تقلید میں اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں، اہل ثروت حضرات کو خوب غور کرنا چاہئے کہ شریعت کے مطابق ان کا کوئی بھی اچھا قدم معاشرے کو اچھا بنا سکتا ہے جو ان کے لئے ان شاء اللہ صدقہ جاریہ ہوگا اور امت کی غریب بچیوں کو بڑی پریشانی سے بچا سکتا ہے اور ان کے غیر شرعی رسم ورواج، بے حیائی اور فضول خرچی معاشرے میں فساد پیدا کر سکتی ہے اور قوم کی غریب ویتیم بیٹوں کے لئے ایسی مشکلات کھڑی کر سکتی ہیں جن کے بارے میں سوچ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ تنظیم علماء ٹانڈہ کی آپ حضرات سے خصوصی درخواست ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جس صالح اور پاکیزہ معاشرہ کا تصور پیش کیا ہے، وہ آپ حضرات کے بغیر ممکن نہیں ہے؛ اس لئے آیئے! ہمارے قدم سے قدم ملا کر رسم ورواج کو ختم کرنے کے لئے اس نیک تحریک کا حصہ بنیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائیں اور رسم ورواج سے ہماری حفاظت فرمائیں، آمین۔

اغراض ومقاصد

تنظیم علماء ٹانڈہ

- ❖ فرق باطلہ کا تعاقب
- ❖ اسلام کا دفاع
- ❖ جدید ذہن کے شبہات کے جوابات
- ❖ مذہبی، اخلاقی، اصلاحی اور علمی کتابیں اور کتابچے فراہم کرنا
- ❖ ماحول کے مطابق اصلاحی مقالے مرتب کرنا یا سمینار کا انتظام کرنا
- ❖ انفرادی واجتماعی مطالعہ کا ماحول بنانا
- ❖ شرعی پنچایت قائم کرکے باہمی تنازعات کا حل
- ❖ شہری ضروریات کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرنا
- ❖ یتیموں، بیواؤں اور غریب لڑکیوں کی شادی کرانے میں مدد کرنا
- ❖ رسم ورواج اور اسراف کی اصلاح کے لئے انفرادی واجتماعی جدوجہد کرنا
- ❖ سیرت واخلاق اور تاریخ اسلام وغیرہ جیسے موضوعات پر اجتماع کرنا
- ❖ ترجمہ کلام پاک اور درس حدیث کا اہتمام کرنا اور رواج دینا

محکمۂ شرعیہ ٹانڈہ

معاشرہ میں تنازعات اور اختلافات نئی چیز نہیں ہیں، مزاج ومذاق کے تنوع سے میاں بیوی اور گھر کے دیگر افراد کے درمیان اختلاف کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، محکمہ شرعیہ ٹانڈہ کا قیام جمعیۃ علماء ہند کے تحت چند سال قبل عمل میں آیا، الحمدللہ اب تک محکمہ اپنی ذمہ داری کے فرائض انجام دے رہا ہے، اس مدت میں کئی درجن معاملات کی سماعت کر کے فریقین کے درمیان مسائل کا حل کیا گیا ہے۔ محکمہ شرعیہ میں مسلمانوں کے عائلی مسائل جیسے نکاح، طلاق، مفقود الخبر، متعنت، ایلاء، ظہار، لعان، خلع، نفقہ، مہر، ثبوت نسب، حق شفعہ ہبہ اور رویت ہلال وغیرہ کو اسلامی اصول وقوانین کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے، امت مسلمہ سے درخواست ہے کہ مذکورہ عائلی مسائل کے حل کے لئے محکمہ شرعیہ سے رابطہ کریں، مندرجہ ذیل حضرات کے پاس درخواست جمع کریں۔

- ★ مفتی راشد قاسمی (مہتمم عبداللہ بن مسعودؓ، قاضی وصدر محکمہ)
  9012143820
- ★ مفتی سعید الظفر قاسمی (مفتی روضۃ العلوم ٹانڈہ، قاضی وناظم محکمہ)
  9012454047
- ★ مولانا شاہد قاسمی (استاذ عبداللہ بن مسعودؓ وصدر تنظیم علماء ٹانڈہ)
  9045624592
- ★ مولانا محمد فہیم قاسمی (استاذ المعہد المقدس للبنات وناظم تنظیم علماء ٹانڈہ)
  9634442440